اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

انہ اوی القریہ

الحکم

چہ گویم باتو گرآئی چہا در قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی عرض دارالامان بینی

ایڈیٹر۔ شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

(۱) عوام سے ۲؎ (۲) خواص و معاونین سے ۱۰؎ (۳) ہندوستان سے باہر کے (۴) غیر مذاہب والوں سے ۵؎ (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں کو (عہ)

فہرست مضامین
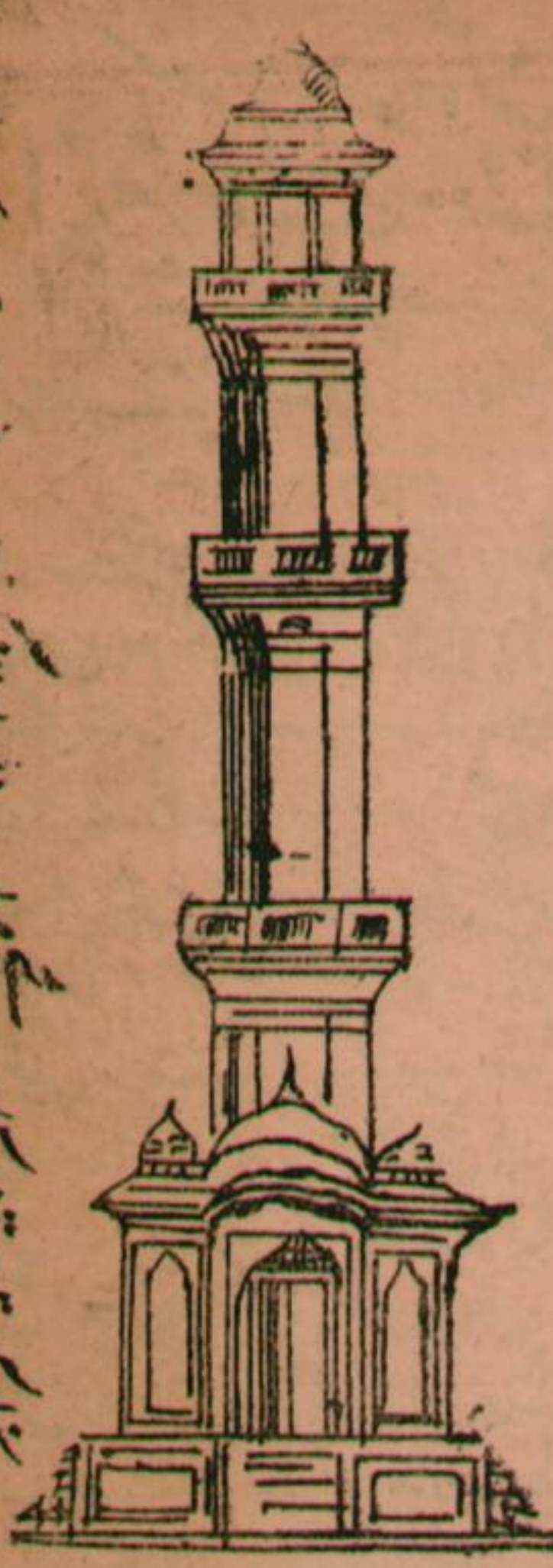
نمبر ۳۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۰۶ء مطابق ۵ شعبان ۱۳۲۴ھ یوم دوشنبہ | جلد ۱۰

گذشتہ ہفتہ کے تازہ الہامات مع ترجمہ

{اگرچہ یہہ الہامات چھپ چکے ہیں مگر اب مع ترجمہ پھر چھاپے جاتے ہیں}

۱۵ ستمبر ۱۹۰۶ء۔ فرمایا۔ گھر میں ایک چوکھٹ کے اندر ایک قطعہ لگا ہوا ہے جس پر لکھا ہے

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ۔

ہم نے آج کشفی نگاہ میں دیکھا۔ کہ وہ الفاظ مٹے ہوئے ہیں۔ مگر اُس پر لکھا ہے خیر

۱۷ ستمبر ۱۹۰۶ء (روز دوشنبہ) (۱) قَالَ رَبُّکَ اِنَّهٗ نَازِلٌ مِّنَ السَّمَاءِ مَا یُرْضِیْکَ۔ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ۔

ترجمہ۔ تیرے رب نے فرمایا ہے۔ کہ وہ تیرے لئے آسمان سے وہ چیز اُتارنیوالا ہے۔ جو تجھے خوش کر دیگی۔ اور ہم تیرے رب کے حکم کے سوائے کبھی نازل نہیں ہوتے۔

(۲) قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ۔ اُجِیْبَتْ دَعْوَتُکَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ نے تیری دعا سُن لی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے۔ جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہ جو نیکی کرتے ہیں۔

(۳)۔ بَارَکَ اللّٰهُ فِیْ اِلْهَامِکَ وَ وَحْیِکَ وَ رُؤْیَاکَ۔

ترجمہ۔ برکت دی اللہ تعالےٰ نے تیری الہام میں اور تیری وحی میں اور تیری خوابوں میں۔

(۴) کَتَبْتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَحْمَةً۔ وَ کَتَبْتُ لَکَ رَحْمَةً فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ

ترجمہ۔ تجھ پر ایمان لانیوالوں کیلئے میں نے رحمت لکھ دی ہے۔ اور تیرے لئے دنیا اور آخرت میں میں نے رحمت لکھ دی ہے۔

(۵) نَزِیْدُ فِیْ رَحْمَتِکَ وَ صِدْقِکَ وَ وَفَاءِکَ (۶) نَزِیْدُ بَرَکَاتٍ۔ یہ خدا کی طرف سے نہیں حرف تقسیم ہے میری لفظوں میں)

ترجمہ۔ تیری رحمت اور صدق اور وفا میں ہم زیادتی کریں گے یعنی تجھ پر برکات میں زیادتی کی جائے گی۔

(۶) کُلُّ مُکَذِّبٍ جَاءَ۔ یَا اَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْکَیْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَا۔ اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ۔

ترجمہ۔ سب مکذب آئے اور کہنے لگے۔ اے عزیز ہم اور ہمارے اہل وعیال تکلیف میں ہیں۔ اور ہم تھوڑی سی پونجی لائے ہیں پس ہمیں پورا ماپ تول دے۔ اور ہم پر صدقہ کر۔ بتحقیق اللہ تعالےٰ صدقہ کرنے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے۔

(۷) مَا اَنَا اِلَّا کَالْقُرْاٰنِ وَسَیَظْهَرُ عَلٰی یَدَیَّ مَا ظَهَرَ مِنَ الْفُرْقَانِ۔

ترجمہ۔ میں تو بس قرآن ہی کی طرح ہوں اور قریب ہے۔ کہ میرے ہاتھ پر ظاہر ہوگا۔ جو کچھ کہ فرقان سے ظاہر ہوا۔

(۸) رؤیا۔ دیکھا۔ کہ میں ایک فراخ اور خوب صورت اور چمکدار چوغہ پہنے ہوئے چند آدمیوں کے ساتھ ایک طرف جا رہا ہوں۔ اور وہ چوغہ میرے پاؤں تک لٹک رہا ہے اور چمک کی شعاعیں اس میں سے نکل رہی ہیں

(۹) خدا اُسکو پنج بار ہلاکت سے بچائیگا۔

(نہ معلوم کس کے حق میں یہ الہام ہے)

(۱۰) رؤیا۔ دیکھا۔ کہ ایک بھونچال آیا۔ کچھ دہشت ناک معلوم ہوا۔ اور ہم چھت کے نیچے سے باہر آگئے مبارک میرے ساتھ تھا۔ اور خفیف خفیف بارش کے قطرے خوش نما برس رہے تھے۔

۲۴ ستمبر ۱۹۰۶ء مطابق پنجم شعبان ۱۳۲۴ھ یوم دوشنبہ

موت۔ تیرال ماہِ حال کو۔

یہہ فقرہ مذکورہ بالا وحی الٰہی کا زبان پر جاری ہوا غالباً واللہ اعلم ماہ حال سے مراد شعبان ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ متعین طور پر یہی شعبان مراد ہے یا آئندہ کا کوئی اور ماہ شعبان ہے۔ اور نہیں قطعی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ کسکی موت مراد ہے واللہ اعلم بالصواب۔

ضرورت دعا

میرے ماموں چوہدری بشارت علی خان صاحب سب پوسٹماسٹر کلانور ضلع رہتک کے گھر سے (یعنی میری مامی صاحبہ) ۱½ ماہ کا عرصہ ہوا ہے۔ نصیب اعدا بخار میں مبتلا ہے جماعت احمدیہ کے ہر ایک احباب سے التماس ہے۔ کہ مریضہ کی صحت کے لئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ انکو اپنے فضل و کرم سے صحت کامل عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار برکت علی خان محرر دفتر الحکم

میرا قادیان کا سفر

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

میر وہاں سے گھر آئی دوپہر کا کھانا کھایا کچھ دیر آرام کیا ظہر کی نماز پڑھکر خدمت بابرکت میں جا حاضر ہوئی حضرت اقدس نماز سے فارغ ہوکر حقیقۃ الوحی کتاب لکھ رہے تھے۔ کوئی تقریر نہیں کی۔ بہت سا وقت ام المومنین کی خدمت میں گزرا۔ جو دن کہیں سے آئی ہوئی تھیں ہم میں بانٹیں۔ ام المومنین کے اعلے اخلاق نے ثابت کردیا کہ مسیح کی بیوی میں نیکسنگی خوش خلقی حلیمی بردباری دینداری کی کمی نہیں۔ اب سنئے مرزا صاحب کے ہاں دینداری کا کیا حال ہے۔ نماز کے اوقات خاصکر قابل دید تھے بچہ سے لیکر بوڑھے تک کیا مرد کیا عورت بڑے خشوع خضوع سے سربسجود نظر آتے تھے۔ قادیان میں سوا قرآن کریم اور نماز پڑھنے کے کوئی دوسرا کام ہی نہیں۔ اذان اوّل وقت دی جاتی ہے اللہ اکبر کی صداؤں سے چھوٹا سا قصبہ گونج اٹھتا ہے۔ میں دعوے سے کہتی ہوں کہ مرزا صاحب کے گھر کی دینداری بے نظیر ہے۔ میں ام المومنین کی نماز کا چشمدید واقعہ بیان کرتی ہوں۔ کہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں اور میری چھوٹی ہمشیرہ ان کے پاس کھڑی تھی۔ اس نے دیکھا کہ آپ نماز میں زار زار رو رہی ہیں۔ اور منہ کے آگے دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہوگیا مگر جھٹ دوپٹہ کا وہ پلہ پیچھے کرلیا کہ مبادا ریا نہ پایا جائے اور اس خشوع خضوع سے نماز ادا کی کہ ہم حیران ہوگئیں۔ ہزاروں مہمان آتے ہیں مگر ان کے ماتھے پر کبھی بل نہیں پڑا وہ غریب امیر سے ایک طرح ہی پیش آتے ہیں۔ میں نے سنا تھا کہ بیوی صاحبہ کے پاؤں میں سونے کی پازیبیں ہیں اور پتلون نما پائجامہ اور فل بوٹ پہنتی ہیں (میں نے اسے جواب دیا کہ وہ دین دنیا کے بادشاہ کی بیوی سونے کی پازیبیں چھوڑ جواہرات کی پاوے تو ہمیں خوشی ہے جیسا ان کا دل چاہے لباس پہنیں ہمیں حسد کی کونسی بات ہے) اور بڑی متکبر ہیں بات تک بھی نہیں کرتیں۔ مگر میرا مشاہدہ بتاتا ہے کہ ان کے پاس تکبر کا گذر ہی نہیں ہوا وہ مجسم رحم اور حلم کی تصویر ہیں۔ یہ وہ کا ان حجاب سے کوئی بچہ تک اوہ نہیں ہوتے پاتا۔

۱۷ تاریخ کو حکیم الامتہ مولوی صاحب کے گھر گئے جہاں عقل کی پتلی تمیز عورت مولوی صاحب کی بیوی صاحبہ سے ملاقات کی مولوی صاحب بھی گھر ہی تشریف رکھتے تھے نہایت مہربانی سے پیش آئے بہت دیر تک ادہر ادہر کی باتیں ہوتی رہیں۔ اسی دن ہمارے سب آدمیوں نے بیعت کی۔ ہم بھی حکیم صاحب کے ہاں سے اٹھکر حضرت صاحب کے پاس گئے۔ بیعت کے واسطے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا عصر کے بعد لیجاوے گی عصر کے بعد حاضر خدمت ہوکر ایک قصیدہ جو کہ بھائی اکمل صاحب نے تحفۃً حضرت صاحب کیواسطے منگایا تھا خدمت بابرکت میں پیش کیا اور عرض کی کہ اگر ارشاد ہو تو پڑھ کر سنا دوں۔ آپ نے فرمایا پڑھو میں کھڑی ہوکر پڑھنے لگی آپ نے مجھے اپنے برابر پلنگ پر بیٹھنے کا ارشاد کیا۔ جونہی قصیدہ پڑھنا شروع کیا تھا کہ حضرت صاحب کے رعب سے بدن پسینہ پسینہ ہوگیا۔ جب پڑھ چکی تو حضرت صاحب نے نظم خود پڑھی اور ارشاد فرمایا کہ اسکو مفتی محمد صادق صاحب کو دیدیا وہ بدر میں چھاپ دینگے۔ بیعت کیواسطے عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ صبح کو بیعت لیجاوے گی۔

گھر آئے تو مفتی صاحب ہمارے ہاں ہی بیٹھے ہوئے تھے انکو دیدی گئی جو کہ بدر میں چھپ بھی گئی ہے۔

۱۸۔ کی صبح کو خدمت شریف میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کس نے بیعت کرنی ہے میں نے کہا حضور سب نے آپ چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے ہمیں زمین پر غالیچہ بچھادیا گیا ہم اس پر بیٹھ گئیں (واضح ہو کہ مردوں کی بیعت تو ہاتھ پر ہاتھ رکھکر لیجاتی ہے مگر عورتوں کی صرف آپ کے کہنے پر ہوجاتی ہے) حضرت صاحب نے کہا کہ جو لفظ میں کہوں وہی تمہی میرے پیچھے کہتے آنا پہلے اشہد ان لا الہ الا اللہ والا سارا کلمہ پڑھایا پھر کہا کہ آج میں احمد کے ہاتھ ان تمام گناہوں کا اقرار کرتی جن میں میں گرفتار تھی اور سچے دل سے اقرار کرتی ہوں کہ جہانتک میری طاقت اور سمجھ ہے تمام گناہوں سے بچتی رہوں گی اور دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گی (اسوقت میری آنکھیں تر ہوگئیں اور دعا کی الٰہی تو ہی ثابت قدم رکھیگا) پھر استغفر اللہ تین دفعہ رب انی ظلمت نفسی والی ساری دعا پڑھائی بعد اسکے دعائے خیر کی۔ اس وقت ہماری خوشی حد سے بڑھی ہوئی تھی اور دل گواہی دے رہا تھا کہ ضرور ہم صراط مستقیم پر آگئے۔ میرے سسرال والے جانے کو طیار ہوگئے۔ میں نے جانے کا نام سنا آنکھوں سے آنسو بہ نکلے ام المومنین کے پاس

چلی گئی اور انہوں نے مجھے مغموم دیکھکر پوچھا کیوں متفکر ہو میں نے کہا شاید میں کل چلی جاؤں گی۔ جس سے بیوی صاحبہ کو سخت صدمہ ہوا پھر انہوں نے میری والدہ کی فوتیدگی کا حال دریافت کیا میں نے اپنی والدہ کی ناگہانی موت کا حال کہہ سنایا جس سے بیوی صاحبہ کی چشم مبارک پر نم ہوگئیں اور فرمانے لگی لڑکی تو نے میرے دلکو دو صدمے دئے ہیں پہلا تو تمہارے جانے کا تھا دوسرا تمہاری والدہ کی موت کا۔ یہ لکھنا ضروری ہے کہ بیوی صاحبہ بڑی ہمدرد اور رفیق القلب ہیں دوسرے کے غم کو اپنا ہی غم تصور کرتی ہیں۔ ہر ایک کے ساتھ ہمدردی کرنا ان کا شیوہ ہے بیان مجھے ایک بات یاد آگئی جس کا لکھنا خالی از مصلحت نہیں ہوگا۔

میرا گیارہ سالہ بھائی جو کہ عرصہ ۹ ماہ سے قادیان میں تعلیم پاتا ہے دو ماہ ہوئے اس کے پاؤں اتفاقاً گڈے کے نیچے۔ جس میں کہ ۲ بوریاں گندم کی لدی ہوئی تھیں سخت زخمی ہوگیا تھا تقریباً ٹوٹ چکا تھا اس کے سیدھا ہونے کی بالکل امید نہ تھی۔ جو ہمدردی اس بچہ کے ساتھ فرقہ احمدیہ نے کی ہے وہ قابل تقلید ہے حکیم الامتہ مولوی نورالدین صاحب نے بمعہ اہلبیت مفتی محمد صادق نے بمعہ اہلبیت مولوی محمد علی صاحب نے بمعہ اہلبیت خود حضرت اقدس اور ام المومنین نے روبرو کر نیم شب کو دعائیں مانگیں۔ خداوند دو عالم نے ان بزرگوں کی دعاؤں کو سنا تھوڑے ہی دنوں میں بچہ کو صحت ہوگئی اب وہ صحیح سالم چلتا پھرتا ہے۔ اگر کسی نے اخلاق رسولی دیکھنا ہو تو احمدیہ جماعت میں دیکھے ان میں وہی ہمدردی عود کر آئی ہے جو حضرت صلعم کے مبارک زمانہ میں صحابہ کبار میں تھی ۱۸ تاریخ کی شب نہایت بے چینی سے کاٹی ۱۹ کو علی الصباح ہی حکیم الامتہ مولوی صاحب کے ہاں گئی وہ اس وقت عورتوں کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے ان سے اپنے جانے کا ذکر کیا ایک آدھ گھنٹہ وہاں ٹھیر کر حضرت اقدس کی خدمت میں اجازت طلب کرنے کیواسطے حاضر ہوئی میری ساس صاحبہ بھی ساتھ تھیں حضرت صاحب کتاب لکھ رہے تھے آپ نے چھوڑ دیا اور ہماری طرف مخاطب ہوکر ایسی جامع تقریر کی جو کہ ہمیشہ کیواسطے یاد رکھنے کے قابل ہے اور جو زریں حروف سے لکھکر ہر وقت سامنے رکھنے والی ہے آپ نے فرمایا تمام چیزیں حرام کھانی گناہ ہیں مگر غصہ جو کہ حرام ہے اس کا کھانا ثواب میں داخل ہے۔ ہمارے مخالف ہمیں گالیوں کے بلے خط لکھکر بھیجتے ہیں جنکو ہم پڑھ کر یہی دعا دیتے ہیں کہ خدا انہیں ہدایت دے۔ جب لڑکی بیاہی جاتی ہے تو اس کے ہاتھ میں دو چابیاں ہوتی ہیں

ایک صلح کی دروازہ کی دوسری لڑائی کے دروازہ کی جس دروازہ کو چاہے کھول سکتی ہے خوش نصیب ہیں وہ عورتیں جنہوں نے صلح کا دروازہ کھولا۔ لڑکیوں کو اپنے خسر ساس کی نہایت تابعداری کرنی چاہیے کیونکہ بعد از شادی لڑکی کا تعلق اپنے والدین سے بڑھکر اپنی ساس خسر سے ہوجاتا ہے اسی واسطے انکے ادب کو ہر وقت ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے انکے حکموں کو بلا کم و کاست قبول کرلینا چاہیئے تعلیم کا یہی فائدہ ہے کہ لڑکی اپنے آپکو پہلے درجہ کا تابعدار ثابت کرے سخت ہی بدبخت ہیں وہ عورتیں جو اپنے خاوندوں کو انکے والدینوں سے برگشتہ کرنے کی تجویزیں کرتی ہیں ان کو کبھی فلاح دارین نصیب نہیں ہوگی۔ حضرت جی کی اس موثر اور پر زور تقریر سے سارا جسم کانپ گیا اوسی وقت سے اپنے دلمیں عہد کرلیا کہ جہانتک ممکن ہوسکے گا ان کی فرمانبرداری سے گریز نہیں کرونگی حضرت اقدس سے رخصت ہوکر گھر آئے ہمیں ملنے کیواسطے حکیم الامتہ بھی تشریف لے آئے ہمکبار توڑنے پر بڑی لمبی پر از تاثیر وعظ کہی جس کا لب لباب یہ تھا کہ فراخی کے وقت انسان کو متکبر نہیں ہوجانا چاہئے کیونکہ ہمنے کئی خاندان دیکھے جو کہ بڑے ذی جاہ تھے مگر اب کوڑی کے محتاج ہیں آن کی آن میں مٹ گئے۔ اور فرمایا کہ میں اپنی اولاد کیواسطے یہی دعا مانگتا ہوں۔ کہ الٰہی انہیں اتنا دیجو جتنا ... کہ وہ گذارہ کریں ... جمع کرنے کیواسطے نہ دینا۔ مبادا ان میں تکبر آجاوے۔ ہم کچھ نسخہ لکھ ... حکیم صاحب کامل ایک گھنٹہ بیٹھے رہے۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے کی بیوی سے کئی دفعہ ملنے کا اتفاق ہوا جو کہ نہایت ہی خلیق اور ملنسار ہیں۔ بخدا ایک ایک کے اعلے اخلاق کی تعریف میں ایک دفتر چاہئے۔ میرے دینی بہنو بھائیو اگر آپنے عرب کی رسول کے وقت کی مہمان نوازی دیکھنی ہے تو آؤ اس کا زندہ نمونہ قادیان میں پاؤگے ہم جتنے دن وہاں رہے ہیں موسم نہایت ہی خوشگوار رہا ہے ہر روز بارش ہوتی رہی۔ اب دن کے دس بج چکے میرے چلنے کا وقت قریب آگیا مجھپر اسوقت جانا نہایت ہی شاق گذرا کیونکہ میں اپنے بھائی سے جسکو میں قریباً برس کے بعد ملی تھی اس سے جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا تھا اور میرے والدین بھی ناخوش تھے مگر میں حضرت جی کی نصیحت کو بھول نہیں سکتی تھی۔ ان کے ساتھ چل پڑی۔ ایک دارالامان سے جدا ہونے کو دل نہیں مانتا دوسرے والدین

کی ناراضگی بھائی بہنوں کی جدائی سب نے مل کر غضب ہی ڈھا دیا مضطر دل کے ٹکڑے اڑا دیے آنسوؤں کی لڑی بندھ گئی راستہ میں کئی دفعہ غشی ہوا سارا راہ آنسو نہ سوکھے بمشکل تمام بٹالہ پہنچے۔ مگر صبح والی گاڑی چلی گئی تھی شام کو جانے کی تجویز ہوئی شام کے چند بجے کی گاڑی میں سوار ہو سو آئے رات وہیں رہے۔ وہاں سے دن کے سات بجے کی گاڑی میں پھر روانہ ہوئے راستہ میں دل سخت گھبرا رہا تھا والدین کی ناراضگی دلکو پیسے ڈالتی تھی جسوقت وزیر آباد کا اسٹیشن آیا دل کا عجب عالم ہو گیا (کیونکہ وہاں میرے بہت سے نامہربان رشتہ دار ہیں) وزیر آباد سے لیکر گجرات تک سخت گھبراہٹ رہی اشکوں کو بہتیرا پی لی مگر وہ بے اختیار نکل نکل آتے ریلکوال سے گاڑی کا بدلنا تھا گذشتہ واقعات آنکھوں کے سامنے پھر گئے سخت مضمحل ہو گئی۔ افسوس کہ اس وقت میرے پاس قرآن مجید نہیں تھا ورنہ وہ ضروری تسلی کا باعث ہوتا۔ یاد آگیا کہ میرے پاس سلک مرواریدؔ کی پہلی جلد تھی دیکھو تو لوں شائد دل بہل جاوے۔ دیکھنی شروع کی طبیعت میں کچھ فرحت آنے لگی خاصکر گاڑی میں ہوا کے فراٹے ادھر فہمیدہ اور عفرۃ کی چلبلی گفتگو نے ایسا اثر کیا کہ ۲۰ - کی شام کو بخیریت تمام گھر پہنچ گئے گھر آکر صندوق کھولا تو سورۃ لقوٰ کی تفسیر کا نورانی چہرہ نظر آیا پڑھا تو بہت کچھ ڈھارس آگئی شیخ صاحب کا ہدیہ بڑے کام آیا اب بھی جب کبھی کوئی تشویش ہوتی ہے اس کا پڑھنا میری بے چینیوں کو دور کر دیتا ہے۔

میرے دینی بھائی بہنوں نے جو کچھ لکھا ہے انصاف پر مبنی اور چشمدید ہے اور محض خدا کیواسطے عام پبلک کے فوائد کو لکھا ہے جسمیں ذرا بھی جھوٹ یا بناوٹ نہیں یہی اصل اصل حالات ہیں اب بھی جو کوئی عذر کرے اس کی سمجھ کا قصور ہے۔ میری یہی دعا ہے کہ مسکن تو قادیان ہی ہونا مشکل ہے مگر الٰہی میرا مدفن وہاں ضرور کیجیو - اور قیامت میں اسی کے جھنڈے کے نیچے کھڑا کرنا میرے خسر صاحب کو اب بالکل موذی مرض سے نجات مل گئی ہے پندرہ دن سے بیماری نے بالکل عود نہیں کیا۔ جو کہ مسیح کا ایک بڑا بھاری معجزہ ہے اب میرا سارا خاندان بفضلہ پکا دیندار بن گیا ہے خداوند کریم آئندہ بھی ثابت قدم رکھے۔

جب ہم یہاں آئے تو سخت گرمی تھی مگر اس رحمٰن و رحیم خدا نے ہمارے ساتھ ہی ابر رحمت بھیجدیا جس سے اچھی خاصی ٹھنڈک ہو گئی۔

(نوٹ) سفرنامہ جلدی نہیں بھیج سکی میری طبیعت کتنے دن علیل رہی ہے۔ (راقمہ اہلیہ ملک کرم الٰہی بہرہ)

وصیّت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہٗ ونصلے علیٰ رسولہ الکریم

(۱) مین مسماۃ راج بی بی اہلیہ اسماعیل ولد غلام احمد ساکن پھڈال تحصیل و ضلع سیالکوٹ ڈاکخانہ جنیوم کی ہوں - بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی و رضامندی سے آج بتاریخ ۱۳ - مارچ سنہ ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں - اور لکھہ دیتی ہوں - کہ میری مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو۔ ....

(۲) میں اقرار کرتی ہوں - کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب سلمہٗ مسیح موعود رئیس قادیان ضلع گورداسپور کے دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتی ہوں - اور انکی مرید اور پیرو ہوں۔

(۳) میں اقرار کرتی ہوں کہ میں نے رسالہ الوصیت جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیطرف سے بتاریخ ۲۴ - دسمبر ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا ہے - تمام و کمال پڑھ لیا سن لیا - میں ان ہدایات کی جو اس میں درج ہیں - پابند ہوں - اور ایسا ہی میں ان تمام ہدایات اور ضوابط اور قواعد کی بھی پابند ہونگی - جو رسالہ الوصیت کے بعد حضرت مسیح موعود کی طرف سے یا ان کی مقرر کردہ صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے بہشتی مقبرہ واقع قادیان کے متعلق یا دیگر اغراض انجمن مذکور کے متعلق شائع ہوئی یا آئندہ شائع ہونگی - میں ان تمام کی پابند رہونگی۔

(۴) میری جائیداد جو اسوقت حسب ذیل ہے۔ میرے پاس کچھ زیور ہے - جو میری والدین نے مجھکو بخشش کیا ہوا ہے - اور کچھ میرے پاس زیور اور ایک کوٹھہ ہے - جو میرے خاوند نے مجھکو حق مہر میں دیا ہوا ہے - جسپر میرا اسوقت مالکانہ قبضہ ہے - اور اس جائداد میں میرا کوئی شریک نہیں - میں آجکی تاریخ سے اس جائداد کے نصف حصہ کے متعلق یہ وصیت کرتی ہوں - کہ میری یہ جائداد جو اسوقت جسکی قیمت مبلغ یکصد روپیہ ہے - میرے مرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد کی جاوے - انجمن مذکور کا اختیار ہوگا - کہ میرے مرنے کے بعد اس جائداد کو میری بقیہ جائداد سے الگ کرے - یا اس میں شامل رہنے دے - وہ اسکو فروخت کر کے اسکی قیمت وصول کرے - یا فروخت نہ کرے - تو اس وصیت کردہ جائداد سے مفاد اٹھا کر اغراض انجمن کو پورا کرے - غرضیکہ انجمن مذکور ہر طرح سے اس وصیت کردہ جائداد کی مالک متصور ہو - میرے کسی وارث کو خواہ وہ احمدی ہو - یا غیر احمدی ہو - میری وصیت کردہ جائداد سے کوئی تعلق نہیں - اگر میری جائداد وصیت کردہ کی قیمت آئندہ بڑھ جاوے تو اس کی مالک بھی انجمن مذکور ہے۔

(۵) میں اقرار کرتی ہوں - کہ اگر آج کی تاریخ کے بعد میں اور کوئی جائداد مذکور بالا جائداد کے علاوہ پیدا کروں - یا میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائداد ماسوا جائداد مذکور میری متروکہ ثابت ہو تو ایسی جائداد فاضلہ کے متعلق بھی میری وصیت ہے جس کا مفصل ذکر میں نے فقرہ ماسبق نمبر ۴ وصیت میں کیا ہے - ایسی جائداد کی میں وقتاً فوقتاً اطلاع دیتی رہوں گی۔ ....

(۶) مین یہ بھی وصیّت کرتی ہوں - کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے۔

(۷) میں یہ بھی وصیت کرتی ہوں - کہ میرے کہ میری نعش قادیان مین دفن ہو - یا کسی دوسری جگہ دفن ہو - ہر طرح میری یہ وصیت قائم رہے گی - فقط مورخہ ۱۳ - مارچ سنہ ۱۹۰۶ء

گواہ شد
جواہر چوکیدار ساکن پھڈال

گواہ شد
مولا بخش فارن سکٹری احمدیہ انجمن سیالکوٹ

العبد
راج بی بی اہلیہ اسماعیل ساکن پھڈال

گواہ شد
اسماعیل خاوند راج بی بی

گواہ شد
غلام حسین ولد غلام احمد ساکن کوٹلی ہرنرائن

گواہ شد
غلام احمد ولد محمد بخش ساکن کوٹلی ہرنرائن

گواہ شد
محمد رمضان ولد غلام احمد ساکن پھڈال

وصیت

(۱) منکہ غلام احمد ولد محمد بخش قوم احمدی ساکن کوٹلی ہرنرائن تحصیل سیالکوٹ کا ہوں۔ بقائمی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی اور رضامندی سے آج بتاریخ ۱۳ - مارچ سنہ ۱۹۰۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اور لکھہ دیتا ہوں - کہ میرے مرنے کے بعد اس وصیت پر عمل ہو۔

(۲) مین اقرار کرتا ہوں - کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب سلمہٗ مسیح موعود رئیس قادیان ضلع گورداسپور کے کل دعاوی پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں۔ اور ان کا مرید اور پیرو ہوں۔

(۳) میں اقرار کرتا ہوں - کہ میں نے رسالہ الوصیت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیطرف سے بتاریخ ۲۴ - دسمبر ۱۹۰۵ء شائع ہوا ہے - تمام و کمال پڑھ لیا ہے - و سن لیا ہے میں ان ہدایات کا جو اس میں درج ہیں - پابند ہوں - اور ان تمام ہدایات اور ضوابط اور قواعد کا بھی پابند رہوں گا - جو رسالہ الوصیت کے بعد حضرت مسیح موعود کیطرف سے یا انکی مقرر کردہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے بہشتی مقبرہ کے متعلق یا دیگر اغراض انجمن مذکور کے متعلق شائع ہوئے ہیں - یا آئندہ شائع ہونگے میں ان تمام کا اور ایسا ہی میرے ورثا میرے بعد ان تمام ہدایت و ضوابط قواعد شرائط مشتہرہ انجمن مذکور کے مقابلہ وصیت ہذا میں پابند رہینگے - (۴) میری جائداد جو اسوقت حسب ذیل ہے - میرا گھر ہے - اور کچھ نانکی چیزیں ہیں جسپر میرا اسوقت مالکانہ قبضہ ہے - اور اس جائداد میں کوئی شریک نہیں - میں آجکی تاریخ سے تمام جائداد کی متعلق یہ وصیت کرتا ہوں - کہ میری جائداد جو اسوقت جسکی قیمت یہ ہے لعہ ۱۱ روپیہ - میری فوت ہو جانیکے بعد میرے تمام جائداد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد کیجاوے انجمن مذکور کا اختیار ہوگا - کہ میری تمام جائداد کو فروخت کرے - یا جیسا انجمن مناسب سمجھے کرے - غرض انجمن کو ہر طرح سے اختیار ہے - اور انجمن میری تمام جائداد کی مالک ہے - میرے کسی وارث کو خواہ احمدی ہو - یا غیر احمدی میری جائداد سے کچھہ تعلق نہیں - اگر میری جائداد وصیت کردہ کی قیمت بڑھ جاوے - تو اسکی مالک بھی انجمن مذکور ہے -

(۵) میں اقرار کرتا ہوں - کہ اگر آج کی تاریخ کے بعد اور کوئی جائداد مذکورہ بالا جائداد علاوہ پیدا کروں - یا میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائداد ماسوائے جائداد مذکورہ میرے متروکہ ثابت ہو - ایسی جائداد فاضل کے متعلق بھی یہ وصیت ہے - جس کا مفصل ذکر میں نے فقرہ ماسبق نمبر ۴ وصیت میں کیا ہے - میں ایسی جائداد کی وقتاً فوقتاً انجمن مذکور کو اطلاع دیتا رہونگا -

(۶) میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ احمدی جماعت ہی پڑھے - میں اگر قادیان میں دفن ہوں یا کسی دوسری جگہ دفن ہوں - ہر جگہ میری یہ وصیت قایم رہے گی - فقط -

تحریر بتاریخ ۱۳ - مارچ سنہ ۱۹۰۶ء

کاتب الحروف اسماعیل پسر غلام احمد ساکن پھڈال تحصیل سیالکوٹ

گواہ شد
مولا بخش احمدی فارن سکرٹری انجمن احمدیہ

مطابق نمبر ۴۴ جلد ۱

جملہ ڈاکٹر صاحبان و حکمائے ہندوستان توجہ فرماویں

وزن پانچ تولہ
خوراک دو ماشہ
محصول بذمہ خریدار

مفرح عنبری
پانچ روپیہ

ہنر شناس کو دکھلا ہنر کہ خوبئے زر ٭ اگر کھلے ہے تو صراف کی نظر چڑھ کر ٭

...اندازہ فیاضی ہے کہ مجھ جیسا ہیچمدان کے لائق ...سے دیکھا جائے جس کی مثال ہندوستان ...میں ملنا اگر ممکن نہیں تو قریباً محال ضرور ہے اور یہ ...خدا اور اہالیان کا فضل ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ مفرح عنبری کو تیار کئے جب اس بزرگ جماعت ڈاکٹران و حکمائے ہند کو توجہ دلائی گئی کہ یہ ایک بے نظیر و لاجواب دوائی آپ کے ملک میں تیار ہوتی ہے جس کا مقابلہ یورپ کی کوئی پیٹنٹ دوائی بھی جو تا حال اس غرض سے اس ملک میں آچکی ہیں نہیں کر سکیں اور نہیں کر سکتیں۔ تو اول اول جیسا کہ قاعدہ ہے۔ میری غرض پر کچھ زیادہ توجہ نہ کی گئی۔ لیکن رفتہ رفتہ جب ملک میں چاروں طرف مفرح عنبری کی شہرت ہوئی اور اس کے استعمال کرنیوالے خود مجسم اشتہار بنکر اس کے موجد کی حوصلہ افزائی کیلئے کمربستہ ہو گئے۔ پبلک جلسوں میں بزرگ جماعت نے بھی توجہ مبذول فرمائی رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہندوستان بھر میں جو شہرت کا دقیقہ باقی رہ گیا تھا وہ اس قابل فخر جماعت کی طفیل اللہ کے فضل سے پورا ہو گیا۔ اس بات کے کہنے کی تو میں جرأت نہیں کرتا۔ اور نہ کر سکتا ہوں کہ خدا نخواستہ آپ میں سے کسی کو ایسی عمدہ دوائی بنانا آتا نہیں یا آپ جانتے نہیں جس حالت میں کہ خداوند کریم کی عنایت سے آپ ہر طرح لائق تعلیم یافتہ ڈاکٹری جماعت میں داخل ہیں اور اپنے فرائض کی انجام دہی پر ممتاز ہیں۔ ہاں ساتھ ہی اس کے میں یہ بھی نہیں مان سکتا۔ کہ آپ کو اس کی ضرورت نہ ہو۔ کیونکہ ہر ایک دانا معالج کو جس کا کام ہر وقت مریضوں کا علاج کرنا ہے۔ خواہ وہ اپنے وقت کا ارسطاطالیس۔ جالینوس۔ بو علی سینا ہی کیوں نہ ہو ہمیشہ ہر ایک عمدہ چیز کی ضرورت ہے اور ہر ایک تعصب سے پاک دل طبیب کو اس کی تلاش بھی رہتی ہے چنانچہ بزرگان ذیل کا نہایت ادب سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے اپنا فرض منصبی ادا کیا اور جنہوں نے بڑی توجہ سے کام لیکر میری عرض کو جگہ دی۔ خود فائدہ اٹھایا مجھے فائدہ ہوا۔ اور مریضوں پر احسان کیا آئندہ کے لئے ایک اتحاد قائم ہو گیا اور جو ذاتی فائدے ہیں وہ علیحدہ۔ میرے پاس کافی الفاظ نہیں کہ اس مختصر میں ان کا شکریہ ادا کر سکوں۔ البتہ مکمل رپورٹ میں انشاء اللہ مفصل ذکر خیر کروں گا۔ یہاں صرف اسمائے گرامی ان پاک دل ہمعصروں کے شکریہ کے ساتھ عرض کرتا ہوں جو یہ ہیں :-

جناب ڈاکٹر رام پرشاد صاحب انچارج میں ڈسپنسری نرسنگھ پور
جناب ڈاکٹر محمد رحمن پاپون ضلع مونگیر
جناب ڈاکٹر احمد علی صاحب۔ کمنڈران (نیواز)
جناب ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب کمپٹی ناگپور
جناب ڈاکٹر خانصاحب عبد المجید خانصاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ادھیک اسائنم ناگپور
جناب ڈاکٹر شیخ محمد حسین صاحب ایلور ضلع گوداوری
جناب ڈاکٹر مول چند صاحب پنشنر بہ ستاری ضلع رائے پور
جناب ڈاکٹر محمد حیدر حسین صاحب حیدر صدر ڈسپنسری کھنڈوہ
جناب سورگاہی بخش صاحب خاص ریاست ریوان
جناب ڈاکٹر سرام صاحب ہنڈیہ ضلع الہ آباد
جناب ڈاکٹر عبد اللہ خان صاحب پورینہ بنگال
جناب ڈاکٹر عبد المجید خانصاحب ضلع رانچی
جناب ڈاکٹر ناداچرن سرکار چیریٹیبل ڈسپنسری راوزن بنگال
جناب ڈاکٹر ایس امین الدین صاحب قریشی سی۔ ایم۔ ایس سمگا ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر عبد العزیز صاحب مین ڈسپنسری موہ ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر خلیل الرحمن صاحب ایچ ایس منڈلہ ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر عبد الفتاح خانصاحب ایچ ناگپور
جناب ڈاکٹر چھوٹے لال صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ آمدی ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر کریم بخش صاحب ہزار بیاغ بنگال

جناب ڈاکٹر پنڈت ہر رام صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ ضلع ناگپور
جناب ڈاکٹر سید محمد ہادی صاحب امام باڑہ ڈسپنسری (ہوگلی)
جناب ڈاکٹر محمد عبد القادر صاحب وکٹوریہ میڈیکل ہال سلطانپور بنگال
جناب ڈاکٹر بہادر علی صاحب جام گاؤں ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر شیخ شبراتی صاحب ریاست کبیر اگڈھ ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر غلام احمد خانصاحب ایچ۔ ایس نواجی پور
جناب ڈاکٹر آغا حسین علی صاحب ہومیو میڈیکل ہال پانڈے
جناب ڈاکٹر سید احمد علی صاحب ایچ۔ ایس سیونی مالوہ ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر محمد امام خانصاحب سینئر ہاسپٹل اسسٹنٹ جیل چاندہ
جناب ڈاکٹر اے۔ ٹی یونس صاحب ایچ ایس دھنو پور برما
جناب ڈاکٹر رحمت علی صاحب احمدی گنگ افریقین رائلہ سمالی لینڈ
جناب ڈاکٹر جمن خانصاحب فسٹ بریگیڈ سمالی کینٹ
جناب ڈاکٹر سراج الدین صاحب ریاست بستر ممالک متوسط
جناب ڈاکٹر مہیش چندرا صاحب رائی ہاٹ ضلع چاٹگام
جناب حکیم محمود حسین خانصاحب ضلع ساگر
جناب حکیم سید سلطان حسین رضوی لکھنوی ریاست کوٹہ
جناب حکیم سید احمد علی صاحب دہلوی بنگلور
جناب حکیم خیر الدین صاحب جیان ریاست پٹیالہ
جناب حکیم محمد علی صاحب ریاست خاص پالن پور
جناب حکیم محمد سلطان صاحب چنڈول ضلع کستنا

جناب حکیم محمد صدیق حسین صاحب جیلانی نجیب آباد
جناب حکیم محمد عزیز الرحمن صاحب ضلع باریسال
جناب حکیم عبد اللطیف صاحب مانڈگاؤں ضلع ناسک
جناب حکیم حافظ سید عبد الکریم صاحب ضلع دیناجپور
جناب حکیم عبد الرزاق صاحب ضلع دیناجپور
جناب حکیم کرامت علی صاحب دھاپی ضلع پورنیہ
جناب حکیم سید عبد الرحیم صاحب بلہاری۔ مدراس
جناب حکیم عبد الجلیل صاحب۔ لاہر پور ضلع سیتاپور
جناب حکیم امیر الحسن صاحب گکواڑہ ضلع پورنیہ
جناب حکیم کرامت حسین صاحب ضلع پورنیہ
جناب حکیم محمد سالار صاحب قاضی سرکار پور برگل
جناب حکیم رحیم بخش پاتک ٹولہ پورنیہ
جناب حکیم محمد عبد المجید صاحب چھتگاؤں ضلع پورنیہ
جناب حکیم عشرت علی خان صاحب عمر کہیہ ضلع باسم بنگال
جناب حکیم حافظ نعمت علے صاحب رنگون
جناب حکیم سید عبد القیوم صاحب سکندر نگر میمن سنگھ
جناب حکیم ناظم حسین صاحب مانڈے برہما
جناب حکیم محمد مہدی حسین صاحب دل سنگھ سرائے دربھنگہ
جناب حکیم سید لیاقت حسین صاحب نواجی پور

آمدم بر سر مطلب

مفرح عنبری میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں کوئی ہمہ قسم کی چیز از قسم کشتہ وغیرہ ہرگز نہیں ملایا جاتا اسلئے میں زور سے کہتا ہوں کہ آج کل کی قریباً کل مشہور پیٹنٹ مقوی ادویات جو خواہ وہ یورپ کے کسی کونہ کی دوائی ہوں یا ہندوستان کے کسی فرضی جنگل سے نکلی ہوں اسکے مقابلہ میں آدھے چوتھائی نمبر بھی حاصل نہیں کر سکتیں اب ہم میں اسے ختم کرکے بڑے شوق سے آپ کے آرڈر کا منتظر ہوں

المشتہر حکیم محمد حسین قریشی موجد مفرح عنبری کارخانہ رفیق الصحت لاہور

ایڈیٹر کے اپنے مضامین

روئے زمین کے مسلمانوں کی انجمن

روئے زمین کے مسلمانوں میں اتحاد و اخوت کی روح پھونکنے کا سوال کوئی نیا سوال نہیں ہے بلکہ سالہا سال سے یہ مسئلہ مدبران قوم کے زیر غور رہا ہے اور اب تک اسپر طبع آزمائیاں کیجاتی ہیں بلکہ میں اپنی واقفیت کی بناء پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ روئے زمین کے مسلمانوں میں یہ خیال سرایت کئے ہوئے ہے اور ہر ملک و بلاد کے مسلمان اس سوال پر غور کر رہے ہیں۔ اور اسطرح یہ مسئلہ ٹوپک آف دی ڈے ہے۔ لیکن یہ مسئلہ کوئی ایسا آسان مسئلہ نہیں کہ فی الفور اسکی گرہ کشائی کیجا سکے بلکہ اس کے لئے ضرورت ہے دردمند دل اور غور کن دماغ کی۔ جو اس کے مختلف پہلوؤں پر غور کر کے سمجھے اور مفید نتائج مسلمانوں کے سامنے پیش کرے اور انہیں ایک ایسے رشتہ سے مضبوط کر کے باندھے جو ان کے شیرازۂ قوم میں پھر انتشار کی گنجایش باقی نہ ہو۔

اخوت اور وحدت ارادی کا خیال مسلمانوں کے دلوں میں اسوقت کیوں پیدا ہوا ہے؟ اسکا مختصر جواب یہی ہے کہ گو اخوت اور وحدت اسلام کی روح اور مغز ہے اور مسلمانوں کو کتاب مجید نے پہلے ہی

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا

کی تعلیم دی تھی لیکن اس ہزار سال کے اندر جو شیطانی حکومت کا الف کہلاتا ہے جسمیں مسلمانوں کی حالت مذہبی اور سیاسی پہلو سے گر گئی انکی قوم کا شیرازہ بکھر گیا اسلئے کہ شیطان نے انہیں صراط مستقیم سے الگ کر دیا اور اس سے وہ خرابی پیدا ہوئی جس سے پہلے ہی ڈرایا گیا تھا۔

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون ۵

پس اس ہزار سال کے اندر شیطان نے مسلمانوں کے شیرازہ کو پراگندہ کر دیا اور ان راستوں سے وہ اسمیں گھس گیا جنکا ذکر اس آیت میں کیا ہے۔ جب مسلمانوں کی حالت اس آیت کے مصداق ہو گئی تو پھر ضروری تھا کہ ہر پہلو سے ادبار اور زوال کا شکار ہوتے اسلئے پستی اور ذلت کے گڑھے میں گر کر جب اوپر نظر کی تو دیکھا

این زمین را آسمانے دیگر ست

اب خیال آیا ترقی کا اور اسکے لئے ضرورت محسوس کی وحدت ارادی کی۔ یورپ میں کیل جدوجہد کے میدان کو گرم دیکھکر مسلمانوں نے بھی چاہا کہ اس میدان میں ترقی کریں مگر بحالت موجودہ ایں خیال است و محال است و جنون۔

جو لوگ مسلمانوں کو پولیٹکس کے خبط میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں وہ ان کے ساتھ دوستی نہیں بلکہ دشمنی کر رہے ہیں۔ میں حسن ظن کی راہ سے مان لیتا ہوں کہ وہ انکی بھلائی چاہتے ہیں لیکن اسمیں شبہ نہیں کر سکتا کہ وہ مسلمانوں کے نادان دوست ہیں جن سے دانا دشمن بہرحال بہتر ہو سکتا ہے۔ سیاسی امور کے ساتھ مسلمانوں کو کسقدر تعلق اور دلچسپی رکھنی چاہیے۔ یہ ایک مستقل مضمون ہے جسکو یہاں چھیڑنا امر زیر بحث کے ساتھ خلط کرنا ہے۔ اس لئے اس سے قطع نظر کر کے پھر اصل مطلب کیطرف رجوع کرتا ہوں کہ چونکہ آجکل اسلامی دنیا میں الجامعۃ الاسلامیہ کے مضمون پر زور دیا جا رہا ہے اور ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی یہ سوال چھڑ گیا ہے۔ اس لئے کم از کم یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ مسلمان ایک مرکز پر جمع ہوں اور روئے زمین کے مسلمانوں کے درمیان اتحاد پیدا ہو۔ میرا یہ ایمان ہے کہ اسی زمانہ میں ہاں اسی صدی میں مسلمانوں میں یہ روح ضرور پیدا ہو جائیگی کہ وہ پھر اس وحدت کے رشتہ میں جکڑے جاویں جسمیں تیرہ صدیاں پیشتر جکڑے گئے تھے۔ اور وہ نفوس مختلفہ اور افراد رشتہ ہوتے ہوئے بھی نفس واحد کا حکم رکھیں گے۔

مصر کے مشہور و معروف اخبار اللواء نے اس سوال پر بحث کی ہے اور اس اتحاد عامہ مسلمین کی ایک تجویز پیش کی ہے جسکی تائید ہمارے ہمعصر وکیل نے بھی کی ہے یہ امر دیگر ہے کہ وہ اس کے عدم احساس پر افسوس کرتا ہے۔

میری اپنی رائے میں بہت جلد بازی سے کام اس تجویز کو پیش کرنے میں لیا گیا ہے اس لئے میں آج اسپر اپنے خیالات کا اظہار فرض سمجھتا ہوں۔ ہمعصر مذکور لکھتا ہے۔

اسلام تمام مذاہب میں اس لحاظ سے ایک ایک ممتاز خصوصیت رکھتا ہے کہ وحدت اور اخوت کی تعلیم سے جو روح اسنے مسلمانوں میں پیدا کر دی تھی وہ تمدن اور شائستگی کا ہم آہنگ اولین ہے مگر افسوس کہ اب مسلمانوں کا خطۂ پیشانی نفاق اور شقاق سمجھا جاتا ہے۔ اور ایسا سمجھنا کچھ غلطی بھی نہیں ہے مسلمان جہاں کہیں ہیں ایسی حالتیں ایسے بیخبر ہیں کہ دوسرے خطوں کے مسلمانوں سے انہیں کچھ واسطہ ہی نہیں ہے۔ اُن ملکوں کو چھوڑ دو۔ جنمیں کوئی ناپیدا کنار سمندر حایل ہے یا کوئی لق و دق صحرا واقع ہے۔ ایک ہی ملک کے دو بڑے شہروں پر نظر ڈالو۔ مدراس کے مسلمان پنجاب کے مسلمانوں کی ہمدردی کو کفر سمجھتے ہیں۔ اور بنگال کی اسلامی پبلک صوبجات متحدہ کے مسلمانوں کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ تاریخ کی زبان سمجھاتے سمجھاتے عاجز آ گئی ہے کہ یہی انشقاق اور عدم اخوت مسلمانوں کی ذلت اور تنزل کی بنیاد ہے۔ اس بے تعلقی سے چشم پوشی کر کے ترقی اور ابھرنے کی جسقدر کوششیں کیجائیں گی۔ اچھی طرح یاد رکھو کہ محض بیکار جائینگی۔ مسلمان جب ہی مسلمان بنیں گے اور اسلام کے پیروؤں میں شامل ہونے کے قابل سمجھے جائیں گے جب لاہور کے ایک مسلمان کا درد مدراس کے مسلمانوں کو بیچین کر دیگا۔ اور شاہی مسجد کا نعرۂ تکبیر کلکتہ کی جامع مسجد میں گونج اٹھیگا۔ اللواء مدت سے چیخ رہا ہے کہ ایک مرکز پر جمع ہونے کی کوشش کرو اور مکانی اور قومی افتراق کو طاق نسیاں کے سپرد کر کے ہمیشہ کے لئے بھول جاؤ۔ پچھلے دنوں اس کے ایک فاضل اور وسیع المعلومات نامہ نگار نے کتنی مبارک تجویز پیش کی تھی۔ کہ دولت علیہ کی مذہبی خلافت کو جب تقریباً تمام مسلمانان عالم نے تسلیم کر لیا ہے تو کیوں نہ قسطنطنیہ میں ایک عظیم الشان اسلامی انجمن کی بنیاد ڈالی جائے اور اسلامی دارالخلافہ کو مسلمانان عالم کی مذہبی اخوت اور تعلقات کا مرکز قرار دیا جائے۔ مجوزہ انجمن کی شاخیں تمام دنیا میں قایم کیجائیں۔ اور مسلمانوں کی مذہبی اور تعلیمی اصلاح اس انجمن کا فرض اولین قرار دیا جائے یہ تجویز ایک ایسی مبارک تجویز ہے جو تمام مسلمانان عالم کو خواہ ان کا پولیٹیکل تعلق کسی حکومت سے ہو۔ کیونکہ پولیٹیکل تعلق خلاف اسلامی اخوت کا منافی نہیں ہے۔ ایک مرکز پر جمع کر دیتی لیکن افسوس ہے کہ ایسی تجویزیں صرف دل خوش کر دینے کی چیزیں ہو سکتی ہیں۔ مسلمان جب ان ضرورتوں کا علاج نہیں کرتے جنہوں نے انکی معاشرتی زندگی تلخ کر دی ہے تو پھر ایک ایسی ضرورت کیونکر رفع کر سکتے ہیں جسکا خیر سے انکو احساس ہی نہیں ہے۔

اس نوٹ کا ابتدائی حصہ تو بہت دلکش اور دلربا ہے لیکن جو تجویز اتحاد عامۃ المسلمین کی پیش کی گئی ہے وہ بہرحال قابل اعتراض اور اصل مقصد سے دور ہے۔

دولت علیہ یعنی سلطنت ٹرکی کی مذہبی خلافت عام مسلمانوں نے کبھی تسلیم نہیں کی یہ مسئلہ مدت سے زیر بحث چلا آیا ہے اور ابھی تک بدستور غیر فیصل اور معلق ہے۔ پچھلے دنوں شیعوں کے ایک رسالہ نے ایک آرٹیکل شائع کیا تھا جس کے چند فقرے یہ ہیں۔

”فی زمانہ جو جو دقتیں۔ تکلیفات اور مصائب ہر مسلمان بالخصوص شیعوں کو اداء حج اور حصول شرف زیارت میں پیش آتے ہیں انپر لحاظ اور غور کرتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ اگر متبرک مقامات مثل مکہ معظمہ۔ و مدینہ منورہ و کربلائے معلی و نجف اشرف وغیرہ انگریزی عملداری میں آ جاویں تو وہاں کی آمد و رفت توطن اور قیام میں بہت آسانی ہو جاوے۔ سرکار انگلشیہ کو حق حاصل ہے کہ وہ کل متبرک مقامات کو اپنے قبضہ و اختیار میں لے لے اور غالباً دنیا کے تمام شیعوں کا اسبات پر اتفاق ہے کہ ان کے متبرک مقامات سرکار انگلشیہ کے احاطۂ حکومت میں ہی رہیں۔“

یہ تحریر مسلمانوں کی ایک جماعت کے خیالات کو کم از کم ظاہر کئے دیتی ہے۔ کہ وہ سلطان المعظم کی نسبت کیا کہتی ہے۔ میں نہایت درد دل سے اس امر کو ظاہر کرتا ہوں کہ ایک دفعہ نہیں جب ہمارے سید و مولا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعیان ٹرکی کی حالت پر ایک مخلصانہ ریمارک لکھا تھا تو تمام مسلمانوں نے آسمان پر سر اٹھا لیا تھا۔ لیکن اس نوٹ کو شائع ہوئے کئی مہینے گذرے میں ان اخبارات میں بھی اس کے متعلق کوئی رائے زنی نہیں دیکھی جنہیں ٹرکی اور اس کے معاملات پر بحث کرنیکا از بس شوق ہے خواہ وہ بحث کسی پہلو سے مفید یا غیر مفید ہو۔

ایسی صورت اور حالت میں باِبعالی کی خلافت کا اور وہ بھی مذہبی خلافت کا کل مسلمانوں کو قائل قرار دینا دانشمندی نہیں۔ سچ ہے

لیکچر لودہانہ

گذشتہ اشاعت سے آگے

میں سچ سچ کہتا ہون اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زندہ رہتے تو ایک فرد بہی کافر نہ رہتا۔ حضرت عیسے علیہ السلام کی زندگی نے کیا نتیجہ دکھایا؟ بجز اسکے کہ چالیس کروڑ عیسائی ہیں۔ غور کرکے دیکہو کہ کیا تم نے اس زندگی کے اعتقاد کو آزما نہیں لیا؟ اور نتیجہ خطرناک نہیں ہوا؟ مسلمانون کی کسی ایک قوم کا نام لو جس میں سے کوئی عیسائی نہ ہوا ہو مگر میں یقیناً کہہ سکتا ہون اور یہہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر طبقہ کے مسلمان عیسائی ہو چکے ہیں۔ اور ایک لاکہہ سے بہی انکی تعداد زیادہ ہوگی + عیسائیون کے ہاتہہ میں مسلمانون کو عیسائی بنانے کیواسطے ایک ہی ہتہیار ہے اور وہ

یہی زندگی کا مسئلہ ہے

وہ کہتے ہیں کہ یہ خصوصیت کسی دوسرے میں ثابت کرو۔ اگر وہ خدا نہیں تو پھر کیوں اسے یہ خصوصیت دی گئی۔ وہ حیّ و قیّوم ہے (نعوذ باللہ من ذالک) اس حیات کے مسئلہ نے ان کو دلیر کردیا اور انہوں نے مسلمانوں پر وہ حملہ کیا جسکا نتیجہ میں تمہیں بتا چکا ہوں اب اس کے مقابل پر اگر تم پادریوں پر یہ ثابت کردو۔ کہ **مسیح مر گیا ہے** تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ میںنے بڑے بڑے پادریوں سے پوچہا ہے انہوں نے کہا ہے کہ اگر یہ ثابت ہوجاوے کہ مسیح مر گیا ہے تو ہمارا مذہب زندہ نہیں رہ سکتا۔

ایک اور غور طلب بات ہے کہ مسیح کی زندگی کے اعتقاد کا تو آپ لوگوں نے تجربہ کیا اب ذرا اس کی موت کا بہی تجربہ کرو۔ اور دیکہو کہ **عیسائی مذہب** پر اس اعتقاد سے کیا زد پڑتی ہے جہاں کوئی میرا مرید عیسائیوں سے اس مضمون پر گفتگو کرنے کو کہڑا ہوتا ہے وہ فوراً انکار کردیتے ہیں۔ اسلئے کہ وہ جانتے ہیں کہ اس راہ سے ان کی ہلاکت قریب ہے + موت کے مسئلہ سے نہ انکا کفارہ ثابت ہو سکتا ہے اور نہ ان کی الوہیت اور ابنیت۔ پس اس مسئلہ کا تہوڑے دنوں تک تجربہ کرو۔ پھر خود حقیقت کہل جاوے گی۔

سنو! قرآن شریف اور احادیث میں یہہ وعدہ تہا کہ اسلام پہیل جاویگا۔ اور وہ دوسرے ادیان پر غالب آجائیگا! اور کسر صلیب ہوگا۔ اب غور طلب امر یہہ ہے کہ دنیا تو جائے اسباب ہے ایک شخص بیمار ہو تو اس میں تو شک نہیں کہ شفا تو اللہ تعالے ہی دیتا ہے لیکن اس کے لئے ادویات میں خواص بہی اسی نے رکہدئے ہیں جب کوئی دوا دی جاتی ہے تو وہ فائدہ کرتی ہے۔ پیاس لگتی ہے تو اسکے بجہانے والا تو خدا ہے مگر اس کے لئے پانی بہی اسی نے مقرر کیا ہے اسیطرح پر بہوک لگتی ہے تو اسکو دور کرنے والا۔ تو وہی ہے مگر غذا بہی اسی نے مقرر کی ہے۔ اسی طرح پر غلبہ اسلام اور کسر صلیب تو ہوگا۔ جو اس نے مقدر کیا ہے لیکن اس کے لئے اسنے اسباب مقرر کئے ہیں اور ایک قانون مقرر کیا ہے۔ چنانچہ بالاتفاق یہہ امر قرآن مجید اور احادیث کی بنا پر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں جب عیسائیت کا غلبہ ہوگا اسوقت مسیح موعود کے ہاتہہ پر اسلام کا غلبہ ہوگا اور وہ کل ادیان اور ملتوں پر اسلام کو غالب کرکے دکہا دیگا۔ اور دجال کو قتل کرے گا۔ اور صلیب کو توڑے گا۔ اور وہ زمانہ آخری زمانہ ہوگا۔ نواب صدیق حسن خان اور دوسرے بزرگوں نے جنہوں نے آخری زمانہ کے متعلق کتابیں لکہی ہیں انہوں نے بہی اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ اب اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے لئے بہی تو کوئی سبب اور ذریعہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالے کی یہہ عادت ہے کہ وہ اسباب سے کام لیتا ہے دواؤں سے شفا دیتا ہے اور اور اغذیہ اور پانی سے بہوک پیاس کو دور کرتا ہے اسیطرح پر اب جبکہ عیسائی مذہب کا غلبہ ہوگیا ہے اور ہر طبقہ کے مسلمان اس گروہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالے نے ارادہ فرمایا ہے کہ اسلام کو اپنے وعدہ کے ....

موافق غالب کرے اسکے لئے بہرحال کوئی ذریعہ اور سبب ہوگا اور وہ یہی

موت مسیح کا حربہ ہے

اس حربہ سے صلیبی مذہب پر موت وارد ہوگی اور ان کی کمریں ٹوٹ جاویں گی۔ میں سچ کہتا ہوں

. . . .

کہ اب عیسائی غلطیوں کے دور کرنے کے لئے اس سے بڑہ کر کیا سبب ہو سکتا ہے کہ مسیح کی وفات ثابت کی جاوے۔ اپنے گہروں میں اس امر پر غور کریں اور تنہائی میں بستروں پر لیٹ کر سوچیں۔ مخالفت کی حالت میں تو جوش آتا ہے سعید الفطرت آدمی پہر سوچ لیتا ہے۔ دہلی میں جب مینے تقریر کی تہی تو سعید الفطرت انسانون نے تسلیم کرلیا اور وہیں بول اُٹہے کہ بے شک حضرت عیسےٰ کی پرستش کا ستون انکی زندگی ہے جب تک یہہ نہ ٹوٹے اسلام کے لئے دروازہ نہیں کہلتا بلکہ عیسائیت کو اس سے مدد ملتی ہے۔ جو انکی زندگی سے پیار کرتے ہیں انہیں سوچنا چاہئے کہ دو گواہون کے ذریعہ سے پہانسی مل جاتی ہے مگر یہان اسقدر شواہد موجود ہیں اور وہ بدستور انکار کرتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

یا عیسیٰ انّی متوفّیک و رافعک الیّ

اور پہر حضرت مسیح کا اپنا اقرار اسی قرآن مجید مین موجود ہے فلما توفّیتنی کنت انت الرقیب علیہم اور توفی کے معنے موت بہی قرآن مجید ہی سے ثابت ہے کیونکر یہی لفظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بہی آیا ہے جیسا کہ فرمایا

واما نرینّک بعض الذی نعدہم او نتوفینّک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فلما توفیتنی کہا ہے جس کے معنی موت ہی ہیں اور ایسا ہی حضرت یوسف اور دوسرے لوگوں کے لئے بہی یہی لفظ آیا ہے پہر ایسی صورت مین اسکے کوئی اور معنے کیونکر ہو سکتے ہیں؟ یہہ بڑی زبردست شہادت مسیح کی وفات پر ہے اسکے علاوہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں حضرت عیسٰی کو مردون میں دیکہا۔ حدیث معراج کا تو کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اسے کہول کر دیکہہ لو کہ کیا اس میں حضرت عیسے کا ذکر مردون کے ساتہہ آیا ہے یا کسی اور رنگ میں جیسے آپ نے حضرت ابراہیم اور موسٰی اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو دیکہا اسی طرح حضرت عیسے کو دیکہا۔ ان میں کوئی خصوصیت اور امتیاز نہ تہا۔ اس بات سے تو کوئی انکار نہین کر سکتا کہ حضرت موسٰی اور ابراہیم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام وفات پا چکے ہیں (اور قابض الارواح نے انکو دوسرے عالم میں پہونچا دیا ہے۔ پہر انہیں ایک شخص زندہ بجسدہ العنصری کیسے چلا گیا؟ یہہ شہادتیں تہوڑی نہیں ہیں ایک سچے مسلمان کے لئے کافی ہیں پہر دوسری احادیث میں حضرت عیسٰی کی عمر ۱۲۰ یا ۱۲۵ برس کی قرار دی ہے ان سب امور پر ایک جائی نظر کرنے کے بعد یہہ امر تقوی کے خلاف تہا کہ جہٹ پٹ یہہ فیصلہ کردیا جاتا کہ مسیح زندہ آسمان پر چلا گیا ہے۔ اور پہر اسکی کوئی نظیر بہی نہیں۔ عقل بہی یہی تجویز کرتی تہی مگر افسوس ان لوگون نے ذرا بہی خیال نہ کیا اور خدا ترسی سے کام نہ لے کر فوراً مجہے

دجّال کہدیا

خیال کرنے کی بات ہے کہ کیا یہ تہوڑی سی بات تہی؟ افسوس!

پہر جب کوئی عذر نہیں بن سکتا تو کہتے ہیں۔ درمیانی زمانہ میں اجماع ہو چکا۔ میں کہتا ہوں کب؟ اصل اجماع تو صحابہ کا اجماع تہا۔ اگر اسکے بعد اجماع ہوا ہے۔

تو اب ان مختلف فرقون کو تو اکہٹا کرکے دکہاؤ۔ میں سچ کہتا ہون کہ یہہ بالکل غلط بات ہے مسیح کی زندگی پر کبہی اجماع نہیں ہوا۔ انہون نے کتابوں کو نہیں پڑہا ورنہ انہیں معلوم ہوجاتا کہ صوفی موت کے قایل ہین اور وہ انکی دوبارہ آمد بروزی رنگ مین مانتے ہیں

غرض

جیسے مینے اللہ تعالےٰ کی حمد کی ہے ویسے ہی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بہیجتا ہوں کہ آپ ہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے اور آپ ہی کے فیضان اور برکات کا نتیجہ ہے جو یہہ نصرتیں ہو رہی ہیں مین کہول کر کہتا ہون اور یہی میرا عقیدہ اور مذہب ہے کہ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور نقش قدم پر چلنے کے** بغیر انسان کوئی روحانی فیض اور فضل حاصل نہین کر سکتا

پہر اسکے ساتہہ ہی ایک اور امر قابل ذکر ہے اگر میں اسکا بیان نہ کرون تو ناشکری ہوگی اور وہ یہہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمکو ایسی سلطنت اور حکومت میں پیدا کیا ہے جو ہر طرح سے امن دیتی ہے اور جس نے ہم کو اپنے مذہب کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے پوری آزادی دی ہے۔ اور ہر قسم کے سامان اس مبارک عہد میں ہمکو میسر ہیں۔ اس سے بڑہکر اور کیا آزادی ہوگی

---

* **فٹ نوٹ** - مینے امرتسر میں پادری فتح مسیح صاحب سے ایک مرتبہ وفات مسیح کے مسئلہ پر گفتگو کی۔ سری نگر (کشمیر) کی قبر یوز آسف کی تحقیقات ہو رہی تہی۔ مینے پادری فتح مسیح صاحب سے سوال کیا کہ اگر یوز آسف کی قبر مسیح ہی کی قبر ثابت ہو (جو ہمارے علم و یقین میں واقعی ہے) تو پہر بتاؤ کہ پہر عیسائی مذہب میں کچہہ جان رہ سکتی ہے۔ پادری فتح مسیح نے اسکا جواب یا کہ یہ خیالی بات ہے اور غلط مینے پہر باصرار کہا کہ فرض کرلو کہ یہہ قبر وہی ہے تو پہر بتاؤ کہ کیا باقی رہا۔ اسنے کہا کہ ہان اگر یہہ ثابت ہوجاوے تو اس میں کچہہ بہی شک نہیں پہر عیسائی مذہب کا کچہہ بہی باقی نہیں رہ سکتا اور وہ محض باطل ثابت ہوگا۔ ایسا ہی ایک مرتبہ مینے ڈاکٹر نصیر الدین صاحب سے جواب خدا کے فضل سے مسلمان ہیں جب وہ عیسائی تہے یہی سوال کیا تو انہوں نے بہی یہی جواب دیا کہ اس کے بعد بہی اقرار کیا اور یہی تو یہ ہے کہ حق ہے اسکے بغیر جارہ نہیں رہتا۔

کہ ہم عیسائی مذاہب کی تردید زور شور سے کرتے ہیں اور کوئی نہیں پوچھتا مگر اس سے پہلے ایک زمانہ تھا۔ اس زمانہ کے دیکھنے والے بھی اب تک موجود ہیں اس وقت یہہ حالت تھی کہ کوئی مسلمان اپنی مسجدوں میں اذان تک نہیں کہہ سکتا تھا اور باتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اور حلال چیزوں کے کھانے سے روکا جاتا تھا۔ کوئی باقاعدہ تحقیقات نہوتی تھی۔ مگر یہہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ ہم ایک ایسی سلطنت کے نیچے ہیں جو ان تمام عیوب سے پاک ہے یعنے سلطنت انگریزی جو امن پسند ہے جسکو مذاہب کے اختلاف سے کوئی اعتراض نہیں جسکا قانون ہے کہ ہر اہل مذہب آزادی سے اپنے مذہبی فرض ادا کرے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ ہماری تبلیغ ہر جگہ پہونچ جاوے اسلئے اس نے ہمکو اس سلطنت میں پیدا کیا جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نوشیروان کے عہد سلطنت پر فخر کرتے تھے اسیطرح ہمکو اسی سلطنت پر فخر ہے یہہ قاعدہ کی بات ہے کہ مامور چونکہ عدل اور راستی لاتا ہے اسلئے اس سے پہلے کہ وہ مامور ہو کر آئے عدل اور راستی کا اجرا ہونے لگتا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اس رومی سلطنت سے جو مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں تھی یہہ سلطنت مراتب اولیٰ اور افضل ہے اگرچہ اس کا اور اس کا قانون ملتا جلتا ہے لیکن انصاف یہی ہے کہ اس سلطنت کے قوانین کسی سے دبے ہوئے نہیں ہیں اور مقابلہ سے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ رومی سلطنت میں وحشیانہ حصہ ضرور پایا جاویگا یہہ لیکن بزدلی تھی کہ یہودیوں کے خوف سے خدا کے پاک اور برگزیدہ بندے مسیح کو حوالات میں دیا گیا اس قسم کا مقدمہ مجھہ پر بھی ہوا تھا مسیح علیہ السلام کے خلاف تو یہودیوں نے مقدمہ کیا تھا۔ مگر اس سلطنت میں میرے خلاف جنہے مقدمہ کیا وہ معزز پادری تھا۔ اور ڈاکٹر بھی تھا یعنے ڈاکٹر مارٹن کلارک تھا جسنے مجھہ پر اقدام قتل کا مقدمہ بنایا اور اس نے شہادت پوری بہم پہونچائی۔ یہانتک کہ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی بھی جو اس سلسلہ کا سخت دشمن ہے شہادت دینے کیواسطے عدالت میں آیا اور جہانتک اس سے ہوسکا اسنے میرے خلاف شہادت دی۔ اور پورے طور پر مقدمہ میرے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی یہہ مقدمہ کپتان ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے اجلاس میں تھا جو شاید اب [illegible] میں ہیں۔

خلیفہ رشید الدین صاحب کا نصیحت نامہ

بنام

مرتد ڈاکٹر

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے ایک کارڈ اپنے پرانے واقفکار رفیق ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے نام لکھا ہے جو کہ بمعہ جواب کے ذیل میں شائع کیا جاتا ہے:-

میرے عزیز اور محترم دوست خلیفہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اغلباً الذکر الحکیم ۳۵ والمسیح الدجال آپ نے ملاحظہ فرمائے ہونگے۔ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ مرزا صاحب سے تائب ہوگئے ہیں۔ اس پر میں آپ سے بغلگیر ہوا اور الحمد للہ چند بار پڑھی اور دعا کی۔

میں نہیں جانتا۔ کہ اس خواب کا وقت ابھی آگیا ہے یا نہیں۔ براہ مہربانی مجھے اطلاع دیں کہ مرزا صاحب کی نسبت اور دیگر مسلمانوں کے قطع سلام ونماز ورشتہ داری کی بابت اور تمام مسلمانوں کو غیر ناجی سمجھنے کی بابت آپکا اب کیا خیال ہے۔ امید کہ اپنے ایک پرانے ہمراز اور یکرنگ دوست کو مفصل جواب سے مشکور فرمادیں گے۔

مجھے مرزا صاحب کے خلاف خوابات بڑی کثرت سے ہوئی ہیں جو عنقریب شائع ہونگے۔ والسلام

خاکسار عبدالحکیم خان۔ ایم۔ بی۔ اسسٹنٹ سرجن ازمقام بسی۔ ریاست پٹیالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ازخاکسار رشید الدین آگرہ ۱۲ ستمبر ۱۹۰۶ء

بنام ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب

السلام علی من اتبع الہدیٰ۔ اما بعد واضح ہو کہ کارڈ آپ کا پہنچا۔ شاید آپ کے خواب کی یہ تعبیر ہو۔ کہ آپ ہی راہ راست پر آجاویں اور پھر توبہ کرکے حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود اور قبلہ وکعبہ مرزا صاحب سلمہ کی خادموں میں داخل ہوکر اس قابل ہوجاویں کہ آپ اور ہم پھر بغلگیر ہوسکیں۔ یہ تعبیر اس واسطے کی گئی ہے کہ اول تو یہ ایک مسلم مسئلہ ہے کہ خواب جیسے رات کو دیکھے جاتے ہیں۔ ویسے ہی ہو بہو واقع نہیں ہوجاتے اور دوم آپ کے خواب تو خصوصاً ہی تعبیر طلب ہیں۔

آپ کو یاد ہوگا کہ زمانہ طالب علمی میں جب ہم اور آپ میڈیکل کالج لاہور میں پڑھا کرتے تھے (رہیں یاد ہوگا نہ ہو) آپ نے رویا دیکھی تھی۔ کہ امتحان آخری ڈاکٹری میں آپ اول رہے اور یہ عاجز رشید الدین دوم رہا۔ جب نتیجہ امتحان نکلا تو آپ بحساب تعداد نمبر مضامین اول نہ رہے اور یہ عاجز تو آٹھواں ہی پاس ہوا تھا۔ پھر اس کی تعبیر کی گئی۔ جو آپ کو یاد ہوگی۔ اور یہ بھی آپ کو یاد ہوگا۔ کہ آپ کے خواب یا پیشگوئیاں کبھی بالکل واقع نہیں ہوئیں۔ مثلاً جب آپ نے متواتر رویا دیکھکر مجھہ کو انہیں دنوں میں اطلاع دی تھی۔ کہ آپ کا نکاح میری ہمشیرہ سے ہوگا (وہ ابھی کہیں منسوب نہیں ہوئی تھیں) اور بعد میں آپ نے اس بارہ میں بہت کوشش کی تھی۔ بلکہ اپنے لڑکے کے واسطے بھی آپ نے ہمارے خاندان میں رشتے ڈھونڈے۔ لیکن آپ کو کامیابی نہ ہوئی اور اب پندرہ سال گذرنے کو آتے ہیں۔ اور آپ کی یہ پیشگوئی پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ بلکہ محال ہوگئی۔ تو فرمایئے۔ کہ اس کی بھی کچھہ تعبیر یا تاویل ہے جب آپ کے طالب علمی کے دنوں کی خوابوں کی یہ حالت ہو۔ تو اب تو ان کا کچھہ اعتبار ہی نہیں۔ ان دنوں میں تو آپ متقی مسلمان تھے۔ خدا کا خوف آپ میں زیادہ تھا۔ اور اپنے آپ کو اور اپنی رائے کو کچھہ زیادہ نہ سمجھتے تھے۔ کم گو تھے۔ صالحین کو گالیاں نہیں دیا کرتے تھے۔ محنت و ریاضت کیا کرتے تھے آپ کے پاس روپیہ نہ تھا۔ کوئی مطبع نہ تھا۔ خداوند تعالیٰ پر توکل زیادہ تھا۔ کوئی تجارت نہ تھی اور نہ آپ کی کوئی کتابیں چھپی تھیں۔ اور نہ آپ مصنف کہلاتے تھے۔ اور نہ آپ کو چنداں علم تھا۔ معمولی فارسی دان منشی تھے اور عربی سے تو آپ بالکل بے بہرہ ہی تھے ہاں قرآن شریف کے ساتھ آپ کو بہت محبت تھی۔ اور اس کے تراجم اردو یا انگریزی آپ ضرور دیکھا کرتے تھے۔ کوئی آپ کی اپنی تفسیر نہ تھی۔ اور پھر ان دنوں میں آپ ڈاکٹر بھی نہ کہلاتے تھے ٭ نہ امراء و دنیاداروں کی مجلسوں میں آپ بیٹھا کرتے تھے۔ کھانا بھی رزق حلال ہوا کرتا تھا۔ تب آپ صفائی دیکھنے گاؤں میں دورہ بھی نہ کیا کرتے تھے اور نہ غریب رعایا پر تشدد کیا کرتے بلکہ برعکس اس کے آپ میں حلم۔ انکساری اور خاکساری اور کم گوئی زیادہ تھی۔ میں پھر کہتا ہوں۔ کہ جب اُن دنوں میں آپ کے خوابوں کی وہ حالت تھی جو میں نے اوپر بیان کی ہے۔ تو اب کیا اعتبار ہے؟ اور کیوں ساری محنت کو ایسی جلدی برباد کردیا۔ آپ تو قرآن کریم میں پڑھا کرتے تھے۔ کہ ولا تکونوا کالتی نقضت غزلہا من بعد قوۃ انکاثا۔ ولا تکونوا کالذین آذوا موسیٰ فبراہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیہا۔

اگر فرض کیا کہ آپ کو کوئی معاملہ ناگوار گذرا تھا یا بظاہر آپ کی کسی نے توہین کی تھی۔ تو صبر کیا ہوتا اور صالحین کی استغناء ذاتی پر ہی اس کو محمول کیا ہوتا اور اپنے آپ کو ہیچ سمجھا ہوتا اور یہ خیال کیا ہوتا کہ دنیا میں مجھہ سے اچھے ڈاکٹر اور حکیم اور روپیہ والے اور کتابوں والے اور مطبع والے اور جاہ و حشمت والے موجود ہیں۔ جو حضرت اقدس سلمہ کے حلقہ بگوش ہو رہے ہیں۔ اُن سے ہی مشورہ کرلیا ہوتا۔ اور اپنی رائے کی ایسی پیچ نہ کی ہوتی۔ جب حضرت اقدس نے آپ کو توبہ کے لئے کہا تھا۔ تو اپنے خیال سے توبہ و رجوع کرلیا ہوتا اور درحقیقت آپ کا خیال کہ بغیر وسائل رسل علیہم السلام کے نجات اور عرفان اور کامل توحید اور مشقی توحید حاصل ہو سکتی ہے۔ بالکل غلط ہے۔ خصوصاً بغیر ذریعہ افضل الرسل و سید المرسلین والنبیین حضرت محمد مصطفےٰ و احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ امی ونفسی رابی۔ یہ سخت ہی کفران نعمت و صریح شرک ہے۔ آپ کو معلوم رہے۔ کہ صرف "خدا ایک ہے" "خدا ایک ہے" کہنے سے نجات نہیں ہوتی جب تک کہ عملی اور مشقی طور سے اُس کو اپنی ذات پر وارد کرکے نہ دکھلایا جاوے۔ اور اپنے نفس اور رائے کو ہیچ نہ سمجھا جاوے۔ اور اپنے ہر کاروبار میں شرک خفی وجلی کو دور نہ کیا جاوے اور عملی طور سے یہ ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔ مگر بغور کرنے پر اور متابعت کرنے پر اعمال و طریق زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ کیونکہ جب تک اسوہ حسنہ نہ ہو اور کوئی نمونہ بن کر نہ دکھلادے۔ آپ کیسے معلوم کرسکتے ہیں کہ مشقی توحید جس سے نجات ہوتی ہے وہی ہے جس کے آپ کاربند ہیں۔ یا غیر؟ کیا الفاظ "توحید" "لا الٰہ الا اللہ" زمانہ جاہلیت کی کتابوں میں موجود نہ تھے۔ یا عرب لوگ اُن کا استعمال نہ کیا کرتے تھے بیشک یہ الفاظ کا استعمال ہوتا تھا۔ مگر باوجود اس کے پھر وہ مشرک ہی تھے۔ کیونکہ ان سب کے [illegible] میں ان کے اعتقادات میں ان کے اعمال و رسوم میں شرک بسا ہوا تھا۔ اور نہ ان کے پاس کوئی نمونہ تھا۔ جو کامل توحید سکھلاتا۔

٭ فٹ نوٹ۔ ہاں یہ بات تو ضرور تھی۔ کہ آپ دو حکیم جی ہاتو ضرور تب بھی کہلاتے تھے۔

لیکن جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان مبارک سے یہ نکلا قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ جس کے معنے یہ ہوئے - کہ جس طرح مین نے لا الہ الا اللہ کہا ہے - اور کر کے دکھلا دیا ہے اسی طرح اگر کوئی کہے اور پھر کر کے دکھلاوے اس کو نجات ہے - تب ہی عرب کی نجات ہوئی یعنے محمدی توحید سے نجات ہے - ابراہیم وغیرہ تھو خیرا کی خیالی توحید سے نجات نہیں ہو سکتی - اور نہ عبدالحکیمی توحید سے - جب تک انسان آدم توحید حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل تعلق نہ پیدا کرے اور انکی ذات میں محو ہو کر کامل متبع نہ بن جاوے اور انہیں کو ساری اپنی دین و ایمان کا ذریعہ نہ سمجھے اور شکر گزار نہ بن جاوے - ایسے شخص کو نہ عرفان ذات الٰہی ہو سکتا ہے اور نہ کامل توحید ہی حاصل ہو سکتی ہے - قرآن شریف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان مبارک سے ہی ہم کو معلوم ہوا ہے - اور جتنے الفاظ و آیات وغیرہ اس میں ہیں - ان میں سے ہر ایک کا تعلق ذات مبارک آنحضرت سے ہے - اگر اس مین یہ لکھا ہے کہ کوئی یہودی ہو - نصاریٰ ہو وغیرہ اگر وہ خدا پر ایمان لاوے گا - وہ نجات پاویگا - تو اس کے یہ معنے ہوں گے - کہ اس خدا پر اس طریق سے ایمان لاوے گا - اور عملاً کر کے دکھلا دیگا - جس کو جس طرح حضرت محمد رسول اللہ نے پیش کیا ہے - ایسے آنحضرت کے واسطے سے ایمان لائے اور ایمان لا کر عملاً دکھا دیا ہے - یعنے جب تک کہ کامل متبع سنت محمدیؐ کا نہ ہوگا - نجات نہ ہوگی افسوس ہے - کہ جس توحید اور نجات پر آپ کو غرہ ہے اور آپ اس پر فخر کرتے ہین - وہ سوائے نفس پرستی اور شرک اور جہنم کے میری رائے مین اور کچھ نہیں - سو آپ کو چاہئے کہ توبہ کرین - اور حق کی طرف رجوع کرین - پیشتر اس کے کہ لیست التوبہ علی الذین الیٰ الخ کا وقت آجاوے - یاد رہے کہ ساری توحید ایک جاننے مین ہے - جب آپ نے انبیاء و رسل و اولیا کو خدا سے الگ سمجھا جن کی نسبت ہے کہ وہ اولیائی تحت ... واتی اور مادمیت ولکن اللہ رمی اور ان کی تعریف آپ نے غیر خدا کی تعریف سمجھی اور پھر آپ منہ سے الحمد للہ کہتے رہے تو فرمائیے -

برین عقل و دانش بباید گریست

آپ نے پڑھا ہوگا - کہ ان الذین یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ - اولٰئک ھم الکافرون - یہی آپ کی توحید اور نجات ہے - سو لازم ہے - کہ آپ ایسی توحید سے توبہ کرین اور محمدی توحید کی طرف آجاوین تاکہ آپ کی نجات ہو -

اس زمانہ میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اقدس مرزا صاحب سلمہ میں بروز کیا ہے - تو اس وقت مرزائی توحید ہی محمدی توحید ہے اور اسی سے نجات ہے - باقی رہے جزوی مسائل سو وہ توحید کے سمجھنے سے پیچھے انشاء اللہ سب کے سب حل ہو جاوین گے -

جب آپ نجات کے لائق بنین گے اور یہی اسی دنیا مین جنت مل جاوے گی - بہ فحوائے آیت ولمن خاف مقام ربہ جنتان - تو پھر کاہے کہ آپ ان لوگوں سے تعلقات بڑھاوین گے - جن کو یہ رتبہ قرب کا حاصل نہیں - فرقان حمید مین ہے -

"انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا" "انما ینھٰکم اللہ" الیٰ آخرہ "اذا جاءک المنافقون" الخ "انا برآؤا منکم ومما تعبدون من دون اللہ" "وکونوا مع الصادقین" -

آپ غور فرمائیے کہ دیگر مسلمان - جن کا آپ اپنے خط مین ذکر کرتے ہین - ان کی حالت کیا ہے؟ کیا وہ مقربان الٰہی سے ہیں - یا راندہ درگاہ الٰہی؟ بظاہر ...... اگر آپ کو وہ صالحین نظر آتے ہین تو ان سے تعلق و ربط بڑھائیے نہیں تو الگ رہیئے - خاکسار رشید الدین

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

دار الامان کا ہفتہ

(۱) حضرت حجۃ الاسلام امام علیہ السلام خدا کے فضل اور تائید سے خدمت دین میں مصروف اور حقیقۃ الوحی کو زور شور سے لکھ رہے ہیں اور آپکا خادم کارخانہ الحکم اسے چھاپ رہا ہے

......

......

... دسہرہ کی تعطیلات کیوجہ سے بہت سے احباب مختلف مقامات سے آئے ہوئے ہیں ... ستمبر کے وسط میں تین روز شدید بارش ہوئی جسکی وجہ سے ڈھاب خوب بھر گئی ہے - اسی شدت بارش کیوجہ سے آپکے زنجیر خادم کے ایک حصہ مکان کو سخت صدمہ پہنچا -

لال کپڑے والی قبر کا نشان پورا ہو گیا

دیر ہوئی الحکم میں یہہ رؤیا حضرت حجۃ اللہ کا شائع ہو چکا ہوا ہے کہ آپ نے بہشتی مقبرے مین تیسری قبر پہ لال کپڑا دیکھا جس سے مراد یہہ تھی کہ میری قبر حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی قبر کے علاوہ عورت کی ہوگی چنانچہ میاں سعد خان ملازم نواب محمد علیخان صاحب کی اہلیہ نے اس رؤیا کو پورا کر دیا جو ۲۳ - ستمبر ۱۹۰۶ء کو فوت ہوئی اور بہشتی مقبرہ مین جگہ پائی خدا مغفرت کرے -

خواہشمند اطلاع دیں

دو معزز عہدہ دار جنکی تنخواہ چار سو روپیہ ماہوار اور معقول ترقی کی بہترین امیدیں ہیں شادی کے خواہشمند ہیں اور کسی شریف مسلمان خاندان میں قطع نظر احمدی غیر احمدی - اور بلا امتیاز کسی فرقہ کے نکاح کرینگے - ہاں یہ ضروری ہے کہ یہ تعلق سید - شیخ - مغل - پٹھان - اعوان یا معزز جاٹوں کے خاندان سے ہو - عہدہ دار مذکور کی ذاتی حیثیت اور اسکی خواہش نکاح کے لحاظ سے ضروری ہے کہ لڑکیاں ان صفات سے متصف ہوں جنکی توقع کی جا سکتی ہے ہر قسم کے امور کے متعلق ایڈیٹر الحکم سے خط و کتابت کی جاوے -

قابل تقلید نمونہ

منشی حبیب الرحمان صاحب احمدی رئیس حاجی پور ڈاکخانہ پھگواڑہ کی صاحبزادی فوت ہوگئی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون - اس موقع پر منشی صاحب موصوف نے مرحومہ کو ثواب پہونچانے کی نیت سے ایک نیک نمونہ اور قابل تقلید ذریعہ خیرات کا تجویز کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک پرچہ اردو اور ایک پرچہ انگریزی میگزین کا - ایسا ہی الحکم - اور بدر اور تشحیذ الاذہان اور تعلیم الاسلام وغیرہ کل رسائل اور اخبارات سلسلہ کو ہمیشہ کیلئے کسی غریب مگر شوقین احمدی کے نام جاری کرائے ہین - اسلئے ایسے امیدوار مندرجہ بالا اخبارات یا رسائل کے مینجروں کے نام درخواست بھیجدین -

منشی حبیب الرحمان صاحب نے ایک ایسی نیک کام کی ابتدا کی ہے جو مرحومہ کیلئے الدال علی الخیر کفاعلہ کے موافق بہت بڑی نیکی اور ثواب کا موجب ہوگا - اگر ہمارے احباب ہر قسم کی تقریبوں پران ذرایع اشاعت ملت کا لحاظ رکھیں تو وہ بہت اعلیٰ کر سکتے ہیں - آخر میں دعا ہے کہ خدا مرحومہ کو اپنے جوار رحمت مین جگہ دے اور اسکے مخزون والدین اور برادران کو صبر جمیل - آمین -

احمدی جماعتیں مرحومہ کا جنازہ پڑھیں

لندن مین لکچر بازی

عورتوں کو مردوں کیطرح ووٹ

کا حق ملنے پر لکچر دیتا ہے - کبھی کبھی ایک اور شخص لکچر دیا کرتا ہے اسکا مضمون یہ ہوتا ہے - کہ پارلیمنٹ کو چاہئے کہ شراب نوشی انگلینڈ مین حکماً بند کرے - کیونکہ انگلینڈ کی غریبی اور بیکاری کی اصلی وجہ یہی ہے - کہ لوگ شراب پیتے ہین - اس شخص کا بیان ہے کہ اپنے اسکا بڑا اظہار کیا ہے - کہ شراب انگلینڈ سے بند کرادونگا - لوگ اسکی تقریر سنتے ہین - مگر خاموش رہتے ہیں ابھی کچھ اثر ہوتا دکھائی نہیں دیتا مگر اسکا جوش اور ہمت قابل تعریف ہے کیونکہ شراب کے برخلاف بولنا انگلینڈ مین ہر شخص کے برخلاف بولنا ہے اس کے ساتھ ایک دو اور شخص ہوتے ہیں - اسکے زوردار الفاظ ہوا کرتے ہین - بس آج رات سے شراب کی تجارت انگلینڈ سے اکھڑ گئی "اس شخص کے بائیں طرف ایک کثیر مجمع چار یا پانچسو مرد عورتوں کا ہوتا ہے - جو مسٹر بریڈ لا (ناستک) کے چیلے ہیں - انکا نام انجیل اور عیسائی مذہب کے خلاف پرچار کرتا ہے - انکا خیال ہے کہ انگلینڈ انجیل کی اشاعت پر فضول لاکھوں روپیہ ہر سال خرچ کرتا ہے - بہتر ہے - کہ ان روپیوں کو دوسرے کاموں میں لگایا جاوے - مزدور پیشہ لوگ ان تقریروں کو بہت پسند کرتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں کے دلوں سے عیسائی مذہب کی بنیاد اکھڑتی جاتی ہے - کسی روز بڑا تماشہ یہ ہوتا ہے کہ اس گروہ کے پاس آکر ایک عیسائی واعظ بھی شروع کر دیتا ہے تاکہ لوگ دوسرے گروہ کی تقریر نہ سن سکیں - اور دونوں ایک دوسرے سے بڑھکر اونچا بولنے کی کوشش کرتے ہین - اسی جگہ ایک بوڑھا عیسائی واعظ آتا ہے جو انجیل ہاتھ میں لے کر پڑھنا شروع کر دیتا ہے - اسکا مضمون ہر روز

مسیح کی قبر سے نکل کر

آسمان کیطرف جانے کے متعلق ہوتا ہے - عموماً اسکے پاس کوئی سننے والا نہیں ہوتا - مگر وہ اکیلا بولتا رہتا ہے - مین کئی دفعہ اسکے پاس کھڑا ہو جاتا ہوں - جب کبھی کوئی عورت یا مرد پاس سے گذرے تو وہ بیچارہ لیڈیز و جنٹلمین ہا کہدیتا ہے کسی کے دل میں رحم آئے - تو سننے کیلئے اسکے

بابو سالگرام صاحب کی کھُلی چٹھی کا جواب

رسالہ آریہ مسافر جالندھر جلد ۸ نمبر ۱۰ بابت ماہ جولائی ۱۹۰۶ء میں الہ آباد کے بابو سالگرام صاحب نے خاکسار کے نام ایک طول طویل کھُلی چٹھی شایع کرائی ہے۔ اور اخبار پرکاش لاہور مورخہ ۷ اگست ۱۹۰۶ء میں ایک مضمون بعنوان مذہب اسلام اور لالہ جگدمبا پرشاد شایع ہوا ہے۔ اور آریہ گزٹ مورخہ ۹ اگست ۱۹۰۶ء میں بھی کچھ شایع ہوا ہے۔ ان سب کا بہت مختصر جواب لکھا جاتا ہے۔

مین بابو سالگرام صاحب کا بہت مشکور ہوں۔ کہ کم از کم انہوں نے مسٹر دھرم پال صاحب کی مانند مجھے احمق بیوقوف پاگل جہنمی گندگی پر منہ مارنیوالا وغیرہ وغیرہ جیسے دل دکھانے والے الفاظ سے مخاطب نہیں کیا۔ اگرچہ آریہ سماج کے نئے برہم چاری جی مہاراج کے طرز کلام کو مدنظر رکھکر میں نے یہ سمجھ لیا تھا۔ کہ جبکہ نئے آریہ صاحب کو اس قدر دشنامی گالیان دینے میں حاصل ہو گئی تو پرانے آریوں کی تو بات ہی کیا کہنی ہے لیکن شاید بابو سالگرام صاحب نے میری نزدیکی کی رشتہ داری کا خیال رکھا ہے۔ خیر آمدم بر سر مطلب بابو صاحب کی لمبی چوڑی تمہید کا لب لباب یہ ہے۔ کہ اگر مجھے اسلامی تعلیم پسند تھی تو میں مسلمان ہو جاتا۔ مگر رسالہ ترک ویدیزم وغیرہ شایع کرنا فضول تھا۔ بلکہ ایسا کرنا یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ میں نے بلاوجہ اس قدر شور غل آریہ سماج کے خلاف غلط فہمی پھیلانے کے لئے مچا رکھا ہے۔ کیونکہ ان کے خیال مین دنیا کا کوئی مذہب کسی حالت میں ٹوٹ نہیں سکتا۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر بابو سالگرام صاحب کی یہ بات ان کی شخصی رائے نہ سمجھی جاوے۔ بلکہ آریہ سماج کی مجموعی تعلیم کا ایک جزو سمجھ لیا جاوے۔ تو عوام کو معلوم ہو کہ خود آریہ صاحبان اس اصول کے خلاف عمل کر رہے ہین جبکہ دنیا کا کوئی مذہب (حسب قول بابو سالگرام صاحب کا) کسی حالت مین نیست و نابود ہو ہی نہیں سکتا تو پھر آریہ سماج عیسائیت اسلام اور ہندوئیزم کی تعریف میں کیوں اسقدر تصانیف شایع کرتی رہتی ہے اور کیوں آریہ اوپدیشک صاحبان ان کی تردید میں لیکچر دیا کرتے ہیں۔

آگے چلکر بابو صاحب نے لکھا ہے۔ کہ میں آریہ سماج کا کوئی بڑا آدمی نہ تھا۔ جس کے نکل جانے سے سماج کا نقصان ہوا ہو۔ وغیرہ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے آج تک کبھی یہ بات خواب میں بھی نہیں کہی کہ میں آریہ سماج کا کوئی بڑا آدمی تھا یا یہ کہ میرے نکل جانے سے سماج کا نقصان ہوا۔ پھر جب میرا یہ دعویٰ ہی نہیں اعتراض فضول ہے۔ لہذا اس کی تردید کرنی مجھے لازم نہیں اور اگر کسی اسلامی اخبار نے ایسا لکھا ہو۔ تو مجھ پر کوئی اعتراض عاید نہیں ہو سکتا۔

بابو سالگرام جی! جس سیالکوٹ کے اخبار کا آپ اس قدر زور کے ساتھ حوالہ دیتے ہیں۔ وہ آج تک میں نے نہیں دیکھا (اور مضامین ایک اخبار سے دوسرے میں نقل بھی ہو جاتے ہین) میں نے کبھی یہ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ کہ میں آریہ سماج کا کوئی لیڈر یا رکن رہا ہوں۔ البتہ یہ میں نے سچ لکھا ہے۔ کہ مین آریہ سماج کا ایک ترپمی (محبتی) ہوں۔ اور لغبھی میں آریہ سماج کا پریمی ہوں کام خواہ ڈائرکٹلی کیا جاوے یا Indirectly انڈائرکٹلی (یعنے باواسطہ یا بلاواسطہ) ہان ٹھیک ہے میں آریہ سماج کی خدمات کرتا رہا ہوں تنخواہ لیکر۔ لیکن افسوس کہ آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے۔ کہ خاکسار نے سرکاری و دیگر ملازمتیں کئی مرتبہ ترک کر کے آریہ سماج کی ملازمت کم تنخواہ پر منظور کر لی تھی۔ آپ کا یہ کہنا غلط ہے کہ سرکاری نوکری نہ ملنے سے (چونکہ ۲۵ سال سے عمر زیادہ) میں سماج کا کام کرنا چاہتا تھا۔ جناب عالی! آپ سے شاید کبھی والد صاحب مرحوم نے ذکر کیا ہو گا۔ کہ میں نے سرکاری محکمہ ڈاکخانہ جات کی ملازمت ۲۰ روپیہ ماہواری کی ترک کر کے آریہ سماج سے صرف ۱۰ روپیہ ماہواری گزران کے لئے لے کر کام شروع کیا تھا۔ اور افریقہ سے آنسے پر الہ آباد میں ریلوے کی معقول ملازمت ملتی تھی (جن دنوں میں آپ سے بھی ملا تھا اور آپکے لڑکی کی شادی کی متعلق گفتگو ہوئی تھی) مگر میں نے آریا ورت رنجنی بہار کی سب ایڈیٹری پر جانا بہتر سمجھا تھا اور آخری واقعہ یوں ہے۔ کہ میں ملک برہما میں آریہ سماج کی اوپدیش کی چھوڑنے کے بعد وہان بھی سرکاری محکمہ سروے آف انڈیا میں ۱۲۰ روپیہ ماہواری پر ملازم ہو گیا تھا جہان سے رخصت لے کر آیا تھا اور کانپور میں جن دنوں میں آپکے داماد عزیز شیوبرت نارائن کلرک ریلوے (جو کہ میرا حقیقی بھانجا ہے) کے پاس مقیم تھا۔ انہیں دنوں چونکہ برہما کو واپس جانا مجھے پسند نہ تھا۔ اس وجہ سے کئی جگہ ملازمتوں کی درخواستین روانہ کی تھیں (جنہیں میں مراد آباد کے رہبر ہند والی درخواست بھی شامل ہے) اور کمپنی کے ایک کمپنی نے مجھے ۵۰ روپیہ ماہواری پر مقرر کر لیا تھا۔ (اس کی تصدیق آپ اپنے داماد صاحب سے کر لیں) مگر وہان نہ جاکر گورو کل سکندر آباد جا پہونچا۔ اور ارادہ کیا کہ پھر بھی آریہ سماج کے ایسے کاموں میں اپنے تئیں مشغول کرون۔ جو ہند و قوم کے بھلائی کے لئے ہیں۔ مثلاً گورو کل کی پختگی کے لئے مفصلات سے چندہ ایک جا کرنا وغیرہ پس آپ کو معلوم ہو۔ کہ ۱۲۰ اور ۵۰ روپیہ کی ملازمتوں کی پرواہ نہ کر کے میں آریہ سماج سے صرف ۲۰ روپیہ لیکر کام کرنا فخر سمجھتا تھا (جو کہ دراصل میرا خبط تھا) اس شہادت پرکاش والے مضمون نگار صاحب کے الفاظ میں درج ہے۔ ۔ ۔ ۔

"۔ ۔ ۔ ورنہ جگدمبا پرشاد کی خواہش اول یہ تھی کہ دیگر مذاہب کے لوگوں سے جو کچھ مجھے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس سے نہایت قلیل گزران پر آریہ سماج کی سیوا کرے۔ مگر افسوس آریہ سماج کی موجودہ حالت پر۔ کہ کیا جگدمبا پرشاد اس قابل بھی نہیں۔ کہ اس کو دس روپیہ ماہواری دیکر آریہ کام لے سکتے۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

کہئے بابو سالگرام جی! کیا آپ اب بھی یہی کہتے چلے جائینگے کہ میں بوجہ بیکاری اور بوجہ نہ ملنے دیگر ملازمت کے آریہ سماج کی خدمات کرتا رہا۔ یا یہ کہ ۱۲۰ اور ۵۰ کے بجائے سماج سے ۲۰ مانگتا رہا (اور تو بھلا اور تو جیسا تیسا۔ آپ کو یہ کہتے ہوئے کہ جگدمبا پرشاد کو کہیں نوکری نہیں مل سکتی شرم بھی نہ آئی۔ کیوں صاحب! آپ تو صرف اردو دان ہو کر اور کبھی گھر سے باہر نہ نکلنے پر ۲۵ پچیس روپیہ ماہواری حاصل کر لیوین اور مجھ جیسا ایک انسان انگریزی اردو و سنسکرت جاننے کے علاوہ کئی محکموں سے عمدہ عمدہ سرٹیفکیٹین حاصل کر لینے اور مختلف ممالک میں گھومنے کے بعد سوا آریہ سماج کے اور کوئی سہارا نہ رکھے۔

واہ چہ خوش! ایسی عقلمندی پر آریہ سماجی صاحبان تمام دنیا سے جھگڑا کرتے ہیں) ہان اس پر بھی میں یہ نہیں کہتا۔ کہ میں آریہ سماج کیلئے باعث فخر تھا نہیں بلکہ میں مانتا ہوں۔ کہ مجھ جیسے بیوقوف لوگوں کا دیانندی سماج میں کچھ کام نہیں ہے۔ پس ایسوں کو فوراً سے قبل باہر نکل جانا چاہئے۔

آریہ گزٹ والی درخواست کا حال یوں ہے۔ کہ سکندرآباد سے میں بمبئی چلا گیا تھا۔ (بمبئی کی ملازمت پر بوجہ دیر ہو جانے کے نہ جا سکا۔) اور جبلپور دہلی نامی کارخانہ میں کام مل گیا تھا۔ انہیں دنوں مذہبی تحقیقات عیسائیت اور اسلام کی کرتا رہا۔ اور اسلام میں ہو کر وہ ملازمت چھوڑ دی۔ مگر جیسا کہ میں نے رسالہ ترک ویدیزم حصہ دوم میں بیان کر دیا ہے۔ جب شدھی کی گئی تو اپنی اشنار میں آریہ گزٹ سب ایڈیٹری کی نوٹس دیکھکر وہان درخواست روانہ کر دیا۔

لیکن اسکا جواب نہ آنے پایا تھا۔ کہ میں پھر اشدہ بن گیا (یعنے اسلام میں واپس چلا آیا) تاریخ ملاکر آپ معلوم کر سکتے ہیں۔ لیکن اسلام مین داخل ہونے اور ملازمت کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بابو سالگرام جی۔! آپنے بڑا بھاری ایک اعتراض دربارہ الہام کیا ہے۔ ماہ دربار سن یہ ہے کہ ۲ ستمبر ۱۹۰۶ء کو ہی کتاب آریہ سماج کے پول کا لکھنا جانا شروع ہوا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اسکا بہت سا حصہ لکھکر میں نے برہما سے بذریعہ رجسٹرڈ پیکٹ بنام پنڈت دوارکا پرشاد صاحب جو بے جنرل سیکرٹری سناتن ہند و دھرم سبھا پریاگ الہ آباد واسطے ملاحظہ روانہ کیا تھا (تاکہ بعد تیاری کے وہ اس کی چھپائی کا انتظام اپنی سبھا کی جانب سے کرین) آپ ان صاحب سے مل کر اس بارہ میں تحقیقات کر سکتے ہیں۔ بیشک اسوقت میرا خیال اسلام میں داخل ہونے کا نہ تھا۔ لیکن یہ قطعی فیصلہ تھا۔ کہ جلد یا دیر سے کتاب آریہ سماج کی پول شایع ہو گی۔ چنانچہ جب میں اسلام میں داخل ہوا۔ تو اب یہ کتاب تحفہ آریہ سماج کی شکل میں تبدیل ہو گئی۔ ہان آپکا یہ اعتراض ہے۔ کہ جب ملک برہما میں میرے خیالات آریہ سماج سے منحرف ہو گئے تھے تو پھر آریوں کے یہان ملازمت کی درخواستین کیوں کرتا رہا۔ پس آپکو معلوم ہو کہ آریہ سماج میں اس وقت نصف سے زیادہ ایسے لوگ ملازم ہین۔ جو دل سے آریہ نہیں۔ بلکہ سناتنی یا دہریہ ہیں چنانچہ

اخبار کی ایڈیٹری یا چندہ وصول کرنے کے لئے اوپدیش کی کا کام مجھے بہ نسبت کلرکی وغیرہ کے اس قدر افضل معلوم ہوتے تھے۔ کہ میں خیالات تبدیل ہو جانے پر بھی ذریعہ معاش انہیں کاموں کو بنانا چاہتا تھا اور کسی محکمہ کا کام کرکے اجرت حاصل کر لینا کوئی گناہ نہیں ہے۔ بیشک ان آرین خدمات کو کرتا ہوا بھی میں کتاب آریہ سماج کی پول تیار کرتا رہ سکتا تھا۔ اور مکمل ہو جانے پر کوئی نہ کوئی مطبع ضرور ایسے چھاپ دیتا۔

آگے چل کر بابو سالگرام صاحب نے لکھا ہے کہ سب سے بڑھ کر وہ بات جس کر لئے قلم اٹھائی گئی یہ ہے۔ کہ میں نے اپنے باپ داداؤں کی جائداد کے بقیہ موجودہ حصہ کا تخمینہ پانچ ہزار ظاہر کیا ہے۔ مگر بابو صاحب کے تخمینہ میں وہ صرف ۵ ۳ ۶ کا جنچتا ہے سالگرام جی! آپ کے آنکھوں پر وہ ہنود کی گمراہ کنندہ تعلیم کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ پس یہ تو آپ سے کبھی خواب میں بھی نہیں امید کی جا سکتی۔ کہ آپ ایسے معاملات میں انصاف سے کام لیوینگے۔ اس امر کا آسان فیصلہ تو تب ہو۔ کہ کوئی غیر شخص جو مسلمان اور آریہ نہو۔ وہ تحقیقات کرکے اپنی بے تعصبانہ رائے ظاہر کرے اسبارہ میں اگرچہ کسی قسم کی کوئی بحث بالکل فضول ہے۔ لیکن چونکہ آپ نہایت شوق سے سننے کے منتظر ہیں اسلئے سن لیجے:-

مکان کا کرایہ اپنے ۳ روپیہ لکھا ہے جو کہ آپکی تعصبانہ فرضی بکواس ہے آپ بابو دیبی پرشاد صاحب سے جو میرے چچا صاحب کے مکان میں رہتے ہیں۔ جاکر دریافت کر لیوین۔ کہ سنہ ۱۹۰۴ء میں اس مکان کا کرایہ ۶ ساڑہے ساتھ روپیہ ملتا تھا یا نہیں (البتہ اب عرصہ دراز سے کرایہ پر دیا ہی نہیں گیا) پس الہ آباد شہر میں اور خاص کر اس محلہ اتر سویا میں جہان میرا مکان واقع ہے مکانوں کی گرانی کے لحاظ سے ایک مکان جس کا کرایہ ۶ روپیہ ماہواری ہو۔ یقیناً دو ہزار روپیہ سے زاید قیمت سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مکان کے سامنے اس قدر زمین موجود ہے۔ کہ ایک مکان اور بنایا جا سکتا ہے۔ پس اسی جگہ پہ خالی زمین کی لاگت بھی بہت ... ہے۔ چنانچہ کم از کم اس زمین کی قیمت پانچ سو روپیہ سمجھنی چاہئے۔

اجی حضرت! آپ دیہات کے رہنے والے شہروں کے مکانوں کی قدر کیا جانیں مکان کے بعد زمینداری کے حساب کتاب میں بھی اپنے فضول تعصبانہ بکواس کی ہے۔ موضع بچور میں بھی اب تک کچھ حصہ موجود ہے۔ موضع سلو کھرا کے علاوہ اور کئی مواضعات میں جناب والد صاحب مرحوم کے نام حصہ جات موجود ہیں۔ جن کا مفصل احوال آپ بابو دیبی پرشاد صاحب سے دریافت کر سکتے ہیں۔ شروع سے وہ ہی بطور منیجر کام کیا کرتے ہیں۔ پس ان سب حصہ جات کو ایک جا کرنے سے یقیناً کم از کم ڈہائی ہزار کی مالیت ہو سکتی ہے۔ اور یہ تو آپ کی نہایت عجیب و غریب قانون دانی ہے۔ کہ میرے بھتیجے لکشمی شنکر کی موجودگی کے باعث آپ مجھے وراثت سے خارج کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہو کہ باپ چچا کی حین حیات میں لڑکے بھتیجوں کا کوئی حق وراثت کی جائداد پر نہیں رہا کرتا اور جب کہ عزیز لکشمی شنکر کو میں نے خود اپنا وارث بنایا ہے (دیکھو سرٹیفکیٹ موچول فنڈ نمبر ۳۰۰۰۰) اور اسکی پرورش و تعلیم وغیرہ کا انتظام اب بھی (وائندہ بھی) مجھی کو کرنا پڑتا ہے۔ اور اسکی والدہ یعنے جناب بھاوج صاحبہ مجھے تمام حساب کتاب خانگی ایک ایک پیسے کا اپنے خطوط ہندی میں لکھکر یہان برابر بلاناغہ بھیجا کرتی ہیں (واضح ہو کہ اسلام یہ نہیں کہتا کہ کوئی ذاتی خیالات تبدیل ہونے کے باعث یا مذہب تبدیل کر لینے پر پچھلے تعلقات توڑ دیوے اگرچہ الہ آباد کے کایستھ صاحبان اب میرے ساتھ ہوا ہوا۔ پانی بھی نہ پیوینگے۔ لیکن میں ان سب کو جن سے جو رشتہ ہے برابر ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں جسکی تحقیقات آپ اپنے داماد وغیرہ سے کر سکتے ہیں) تو آپ کا یہ کہنا کہ میرے موجودگی میں وہ نصف کا مالک ہی بالکل غلط ہی نہیں۔ بلکہ یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ آپ کو تعصب نے اسقدر گمراہ کر دیا ہی کہ معمولی باتیں بھی ہندو لا کی آپ کو یاد نہ رہ گئیں افسوس۔ صد افسوس؟

آگے اپنی میری چچا صاحب کی جائداد کے حقیقہ کے بارہ میں اعتراض کیا ہے پس یہ بھی آپکی عدم واقفیت ہندو قانون یا تعصب کے خندق میں گرنے کا ہی اظہار کرتا ہے جناب عالی! ہندو لا کے مطابق موروثی جائداد میں نانی کو نہیں پہنچا کرتیں۔ اگر بابو کیلاش شنکر صاحب مرحوم کی ذاتی پیدا کی ہوئی جائداد ہوتی تو انکی نانی کو پہنچتی مگر موروثی جائداد خاندان والون کا ہی حق رہا کرتا ہے لیکن نہ لینا نہ دینا مفت کی ٹھائیں ٹھائیں سے کیا حاصل میں کوئی ایسا دعوی تو کرنے ہی نہ لگا تھا پھر ایسے معاملات پر بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آئے دن عدالتوں میں ایسے ہزاروں مقدمہ بابت ہوا کرتے ہیں۔ دو فریق اس قسم کے مقدموں کو دائر کیا کرتے ہیں ہر ایک اپنا اپنا حق ظاہر کیا کرتا ہے لیکن چونکہ مجھے ایسی کوئی کارروائی کرنی نہیں ہے اس وجہ سے اسبارہ میں کچھ کہنا سننا فضول ہی۔ ان باتوں کا پتہ ان لوگوں کو رہا کرتا ہی جن کے یہان پشت ہا پشت سے جائدادیں کم و بیش رہا کرتی ہیں۔ لیکن جناب من! آپکو ان معاملات کا کیا پتہ آپ کی بلا جانے آپ نے اس کوچہ کی ہوا ہی نہیں کھائی۔ آپ تو صرف دفتر کی بستون کو الماریوں میں بند کرتے رہا کریں۔

ایک بڑا اعتراض آپ کا دربارہ ماس کے ہے لیکن افسوس کہ میں آپکی ایسی باتوں کو اس وقت تک سننے کیلئے بھی تیار نہیں۔ جب تک کہ آپ علمان اسلام کا ایسے فتوے لیکر میرے پاس نہ روانہ کریں۔ کہ جو شخص گوشت نہیں کھاتا وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔ البتہ جب آپ ایسے فتوی میرے پاس پہونچا دیوینگے۔ تو تب میں اسلام کو آخری سلام کہدونگا اور جو کہ آپنے سناتن ہندو دہرم کے باتوں سے اسلام کی باتوں کا مقابلہ کرکے یہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ جس شخص کو ہندو دہرم کی باتیں غلط معلوم ہونگی اسکو اسلام کی ایسی ہی باتیں کیونکر صحیح معلوم ہو سکتی ہیں پس اسکا جواب یہ ہے کہ علاوہ ان سب باتوں کے جن کا آپنے ذکر کیا ہے۔ (بلا لحاظ اس کے کہ وہ قابل تسلیم ہی یا نہیں) ہندوازم کا اصل اصول یہ ہی کہ دیدوں میں دیوتا پرستی موجود ہی جبکہ اسلام سوا ایک وحدہ لاشریک پرمیشور کے سوا اور کسی کو سجدہ کرنے نہیں دیتا اس کے علاوہ ہندو دہرم میں شیو وشنو برہما وغیرہ کے لڑکے جھگڑوں اور لنگ پوجا وغیرہ کو کوئی سمجھدار صحیح نہیں مان سکتا۔

آگے آپنے لکھا ہے کہ جب کہ سنسکرت شلوک اس لئے حمد و ثنائیں میں گاتا ہوں کہ خدا ہر ایک زبان کو سمجھ سکتا تو نام میں نے کیوں تبدیل کیا۔ اسکا جواب یہ ہے۔ کہ ایڈیٹر پرکاش وغیرہ سے آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ میں اپنا دستخط جگدمبا پرشاد ورما ہی کیا کرتا ہوں۔ میرا نام عبدالعزیز ان مولانا صاحب نے رکھ دیا ہی جنہوں نے مجھی اسلام میں داخل کیا ہی اور ایکو معلوم ہو کہ میں نستے وغیرہ الفاظ حسب سابق بدستور استعمال کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ بھگوت گیتا اور اپنشدون کا پاٹھ بھی میں سابق بدستور کیا کرتا ہوں۔ اگر یہ سب کام اسلامی اصولوں کے خلاف ہیں تو آپ ضرور علماء اسلام سے فتوی دلائیے۔

میں دوبارہ کہتا کہ مجھے سنسکرت شلوک اور منتر پڑہنے میں اسلئے آنند آتا ہے کہ ان کے معنے مطلب کو بھی پڑہنے وقت خوب سمجھ لیتا ہوں اس ہمہ کو تو آپ تب سمجھتے کہ آپ کچھ سنسکرت جانتے ہوتے مگر افسوس کہ اپنے اسقدر عرصہ سے آریہ سماج بن کر اسلامی کتب بینی میں آکو وقت ضایع کیا۔ مگر اپنی مذہب کی اصلی زبان سنسکرت کو باوجود سوامی جی مہاراج کی خاص ہدایت ہونے کا بھی نہ سیکھا۔ اجی جناب!

اجی جناب! اردو زبان کے الفاظ میں وہ لطف نہیں آسکتا جو ایک عربی دان کو عربی میں یا ایک سنسکرت دان کو سنسکرت میں آسکتا ہے۔ اس ہی چٹھی میں ایک نوٹ دیکر آریہ مسافر کو ایڈیٹر صاحب نے بھی یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ نوشہرہ کی بیوہ کو میں نے اسلئے چھوڑ دیا تھا۔ کہ میں ایک خاص قسم کے مرض میں مبتلا تھا۔ پس حقیقت یہ ہے کہ یہ آرسماجیوں کی خوش انتظامی ہے کہ وہ مجھ جیسے سیدہے سادے لوگوں کو تباہ و برباد کیا کرتے ہیں وہ بیوہ اول درجہ کی فاحشہ عورت تھی چنانچہ اس نے اثنائے گفتگو میں یہ ظاہر کیا کہ دراصل وہ بیوہ نہ تھی۔ بلکہ اس کا پہلا خاوند بریلی میں موجود تھا۔ اور ایسی وجہ سے وہ میرے ہمراہ مقام رانچی بہار کو بریلی کے راستہ سے چلنے کیلئے تیار نہیں تھی تو یہ حال سنکر اس خوف سے کہ اس کا پہلا خاوند جونندہ تھا (اور یہ آوارہ عورت اس سے لڑائی ہو جانے پر بھاگ آئی اور سماج والوں سے اپنی تئیں بیوہ ظاہر کر دیا) کہیں کوئی دعوی نہ کر دیوے میں نے اس کا ساتھ چھوڑنا مناسب سمجھا۔ آگے بابو سالگرام صاحب تحریر فرماتے ہیں وو ...... مگر ایسی قابلیت آپ میں کبھی نہیں ہوئی کہ آریہ سماج کا معمولی علماء میں بھی آپکا شمار ہوا ہو اور نہ اصولاً ایسا ہو سکتا تھا..... آپ کے نئے ہواخواہ آپ کی پوزیشن کے متعلق خواہ مخواہ دیدہ و دانستہ غلط بیانی کرکے ناواقفوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں..... اور آپ ہیں کہ ان جھوٹے تعریفی کلمات کو شربت کے گھونٹ کی طرح پیئے جاتے ہیں "ہا ہا"

اچھا مہاراج! لیجئے آپ کی اس نصیحت کو میں بسر و چشم قبول کرکے اسی وقت حسب ذیل اعلان جاری کرتا ہوں۔

باقی آئندہ

سلسلہ کے لئے دیکھو الحکم نمبر ۳۰ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۰۶ء

امرتسری منکر کو دعوت

کامیابی ہوئی کیسے ان میں — مثل مسیح کو ؟ *ڈگری گورگانوہ ین الی کسکو سنے فیضی کی ہتک عزت کا کرم دین	کس نے پائی شکست و کہائی ہار کسکی حالت ہوئی تہی زار و نزار ہار جہلم میں دعوے اخیر کا	کیا کلارک مقدمہ جیت گئے مسجد کا راہ بند کیا دشمنان اسلام نے کیا کرم دین کامیاب ہوا ایکبار جہلم میں دو	یا محمد حسین اسکا یار گئے گردائی ... یا کہ ہار ا کچہری میں دوبارہ بار گورداسپور میں

نوٹ ۱ ڈاکٹر کلارک صاحب پادری امرتسری نے جو مقدمہ قتل کا الزام لگاکر دائر کیا تہا اس کا فیصلہ حسب وعدہ خداوندی " فبراہ اللّٰہ مما قالوا وکان عند اللّٰہ وجیہا ۔

۲۳ اگست ۱۸۹۷ء کو عدالت مسٹر ڈگلس صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور سے یون ہوا " جہانتک ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ سے تعلق ہے ہم کوئی وجہ نہیں دیکھتے کہ غلام احمد سے حفظ امن کی ضمانت لیجاوے یا یہ کہ مقدمہ پولیس کے سپرد کیا جائے لہذا وہ بری کئے جاتے ہیں " کتاب البریہ صفحہ ۲۶۱

۲ - اس مقدمہ میں محمد حسین بٹالوی پادری صاحب کا گواہ بن کر مرزا صاحب ع کی ذلت دیکھنے آیا تہا

* گوڑگانوہ مین ایک مولوی صاحب نے مفلسی میں بذریعہ ... نے حضرت اقدس مرزا صاحب کے ایک اشتہار کی بنا پر جو انعامی ایک ہزار روپیہ کا بمقابلہ عیسائیاں صاحبان اس شرط پر شایع کیا تہا کہ اگر مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کے معجزہ اور پیشگوئیان کوئی عیسائی میری پیشگوئیوں اور معجزات سے ثبوت اور تعداد میں بڑہکر ثابت کردے تو اس کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جاویگا ۔ اسپر مولوی گوڑگانوہ نے چند مزعومی معجزات مسیح ع کے از روی قرآن شریف بیان کرکے بجہت افلاس کے مارے نے مفلسی میں ایک ہزار روپیہ انعام دلانے کی تحریک آریہ عیسائیاں نالش دائر کی جو کہ پیشی میں خارج ہوکر خرچہ مدعا علیہ (مرزا صاحب علیہ السلام کا بذمہ مدعی عاید کیا گیا کہ خدا نے فتح عطا فرمائی اور بیچارہ مفلس مدعی افلاس کی مار میں ہے مبتلا رہا

۳ شرکا حضرت اقدس نے چہوٹی مسجد قادیان کا دروازہ اپنے طرف سے بند کردیا تہا زیون کو بڑا چکر کاٹ کر آنا پڑا ۔ بذریعہ عدالت چارہ جوئی کرکے کامیابی حاصل ہوئی کہ حکماً وہ دیوار گرائی گئے اور مرزا صاحب علیہ السلام کا خرچہ مقدمہ مدعا علیہم ڈالا گیا ۔ جسکو حضرت اقدس نے از راہ کریمانہ معاف کر دیا اور وصول نہیں کیا

۴ مولوی کرم دین سکن بہین نے جہلم میں بعدالت رائے سنسار چند صاحب دو استغاثے زیر واقعہ ۵۰۰/۵۰۱ و ۵۰۲ تعزیرات ہند برخلاف حضرت مرزا صاحب اس بنا پر دائر کئے کہ مولوی محمد حسین فیضی متوفی جو میرا حقیقی بہنوی تہا اس کی نسبت مرزا صاحب و دیگر مریدان مرزا صاحب نے ہتک آمیز کلمات تحریر کرکے شایع کئے ہیں جس سے متوفی کی ہتک عزت ہوئی ۔ اس کا فیصلہ حسب وعدہ ہائی خداوندی مندرجہ بالا بعد تحریر وجوہات مجسٹریٹ صاحب ممدوح نے باین الفاظ فرمایا " کہ بوجوہات بالا ہماری رائے میں مستغیث کرم دین کو ان ہر دو استغاثجات کے دائر کرنیکا کوئی منصب قانونی بموجودگی پسران و بیوہ و پدر متوفی نہیں ہے ۔ خواہ وہ ان پڑہ ہیں یا پڑہے ہوئے ... اور خواہ اس کو (کرم دین) خود زیادہ رنج ان الفاظ سے ہوا ہے کہ جو ملزمان نے متوفی محمد حسین کے بارے میں دستاویزات متدعویہ میں درج کئے ہیں (۱۰) پس ہم ان ہر دو استغاثجات کو خارج کرکے داخل دفتر کرتے ہیں اور ملزمان کو رہا " ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء دستخط حاکم مجوزہ ۔ ان مقدمات کی نگرانی بھی کرم الدین نے بعدالت صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر جہلم کی ۔ جو ۲۹ مئی ۱۹۰۳ء کو خارج ہوکر کرم دین کو خائب و خاسر بنا گئی ۔ فالحمد للّٰہ علی ذالک

۵ بعد ناکامی و نامرادی از مقدمات جہلم کے اپنی ذلت بڑہنیکے واسطے کرم دین نے حضرت مرزا صاحب پر مواہب الرحمٰن والی پیشگوئی مندرجہ نمبر ۲۹ مستذکرہ بالا کے الفاظ لئیم اور کذاب پر اپنی ازالہ عزت کا دوسرا مقدمہ جہلم میں دائر کیا جو بربنا درخواست حضرت اقدس بحکم چیف کورٹ منتقل ہوکر عدالت گورداسپور میں آگیا ۔ جس کا فیصلہ حسب فرمودہ الٰہی بذریعہ خوشخط پروانہ عدالت اعلیٰ (اپیل) کے ۷ جنوری ۱۹۰۵ء کو باین الفاظ صادر ہوا " ہمارے خیال میں ہتک آمیز الفاظ کا استعمال یہانتک درست تہا کہ ہم مستغیث (کرم دین) کی مدد نہ کرتے اگرچہ الفاظ مذکور (لئیم و کذاب) کسیقدر اس سے بڑہکر بھی ہوتے ۔ ۔ ۔ ملزمان (مرزا صاحب ع) کی پاس ایسی شہادت موجود ہے ۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستغیث کی کوئی ایسی حیثیت نہیں جسکا ازالہ ہوا ہمکو اس شہادت کا رد کرنا بالکل ناممکن معلوم ہوتا ہے ۔ جیساکہ مجسٹریٹ صاحب نے کیا ہے ۔ ۔ ۔ اخیر پر اس میں کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ یہ قرار دیا جاوے کہ ملزمان (مرزا صاحب ع) نے نیک نیتی سے کارروائی کی ۔ مرزا کے مذہبی دعاوی کا سوال ایک پبلک دلچسپی کا سوال تہا ہر ایک شخص کو مرزا کی حیثیت کا اندازہ مرزا کے اپنے خیال کے مطابق لگانا چاہیے ۔ بیشک وہ اپنے آپ کو ایک طرح سے ملہم باور کرتا ہے ۔ اور اپنے مریدون اور عوام الناس کے واسطے وہ ان اتہامات کی تردید کرنا جو خود اس کے اور اس کی مذہبی حیثیت اور اعتقادات کے برخلاف لگائے جاویں اپنا فرض سمجھتا ہے ۔ اگر کسی شخص کو ایسے مذہبی مباحثون میں بہت کم دلچسپی ہو تو بھی ہر ایک کو خیال کرنا چاہیے کہ ان اشخاص کے لئے جو ان اصولون کے پیرو ہیں وہ بہت وقعت رکھتے ہیں ۔ ہم قرار دیتے ہیں کہ ملزم نمبر (۱) (مرزا صاحب ع) جہان تک اس معاملہ کا اوس کی ذات سے تعلق تہا اس کی (یعنی آرٹکلون کے) جواب میں اس امر کا بالکل مستحق تہا کہ وہ مستغیث (کرم دین) پر ایسا اتہام لگاتا جسکو ہم نے فی الواقعہ راست قرار دیتے ہیں اور جو کہ مستغیث (کرم دین) کے خود اپنے عمل سے بھی ایسا ہی (یعنے لئیم اور کذاب ہونا) ظاہر ہوتا ہے ۔ تاکہ عوام الناس اس امر کا اندازہ لگاسکیں کہ مستغیث (کرم دین) کے فعل اور قول کی کیا وقعت ہونی چاہیئے ۔ ۔ ۔ ۔ پس ہم قرار دیتے ہیں ۔ کہ ملزمان حفاظت استثناء نمبر ۱ و نمبر ۲ و دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند سے ہوتی ہے بہت ہی افسوس ہے کہ ایسے مقدمہ میں جو کارروائی کے ابتدائی مرحلہ پر ہی خارج کیا جانا چاہیے تہا اس قدر وقت ضائع کیا گیا ہے ۔ لہذا ہر دو ملزمان مرزا غلام احمد و حکیم فضل دین بری کئے جاتے ہیں انکا جرمانہ واپس دیا جاویگا ۔ ۷ جنوری ۱۹۰۵ء دستخط ۔ مسٹر اے ۔ ای ہری صاحب بہادر ڈسٹرکٹ جج امرتسر دستخط دیوانچند مترجم ... صاحب ڈسٹرکٹ جج امرتسر انتہی ملخصًا ۔

مولوی ثناء اللہ صاحب خدا تم کو وہ دل عطا کرے ۔ جس سے تم سمجھ سکو خدارا ذرا انصاف سے ایک طرف تو پیشگوئی مندرجہ الحکم مورخہ ۳۰ جون ۱۹۰۳ء دربارہ انجام مقامات سامنے رکہو اور دوسری جانب عدالت اپیل کا فیصلہ رکہکر حرف بحرف پیشگوئی کے مفہوم کے ساتھ ملالو ۔ اور دیکھو کہ کیا انسان ضعیف البیان کا یہ کام ہے کہ جو بات اسکی اپنی قدرت میں نہیں ۔ اور ہنوز عدم میں ہے ۔ اس کا پورا پورا نقشہ قبل از وقت کہینچ کر دنیا کے روبرو پیشکر کے پہر اسکو اپنی صداقت کا نشان اور منجانب اللہ ہونیکا دعویٰ قرار دیدے اور ویسا ہی پورا ہوجاوے

باقی آئندہ